

بچوں کی پروش کا انحصار قسمت پر نہیں، حکمت پر ہے!

انمول ماں، تگڑی ماں!

ڈاکٹر صداقت علی



ولنگ وریز پبلی کیشنز

ڈاکٹر صداقت علی پاکستان میں نشے کے علاج کے بانی ہیں اور 45 سال سے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے ڈاؤمیڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کرنے کے بعد امریکہ میں ہیز لڈن مناسوٹا سے نشے کے علاج میں اعلیٰ تربیت حاصل کی۔

1992ء میں امریکہ کے سفیر کی دعوت پر امریکہ کا سرکاری دورہ کیا اور نشے کی علاج گاہوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ ڈاکٹر صداقت علی نے نشے کے حوالے سے آگاہی پھیلانے کے لئے بہت سی کتابیں اور کتابچے لکھے ہیں۔ یوٹیوب پر ان کی 7000 ویڈیو ہیں۔ اس آگاہی کا مقصد نشے کے بڑھتے رجحان اور بے راہ روی کو روکنے کے لئے والدین کی تربیت کرنا ہے۔

ولنگ ویز اور صداقت کلینک کے دروازے 1978ء میں کھلے۔ ان گنت تباہ حال زندگیاں سنبھل گئیں اور گھر ٹوٹنے سے فیگے گئے۔ احمد اللہ ولنگ ویز اور صداقت کلینک نشے کی بیماری کے معیاری علاج میں تسلیم شدہ راہنماءدارے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں:

ولنگ ویز لاہور	صداقت کلینک مری
محلگار سترہ میں 71-A	ڈن لیتھ کارٹ روڈ مری
بلک 2 کلفشن کراچی	ولنگ ویز کراچی
0300-7413639	0334-5145145

ولنگ ویز پبلی کیشن 71A	ہماری ویب سائٹس ورث کیجیے۔
www.willingways.org	www.sadaqatclinic.com
042-35408412,	35408419
0314-6865271	0300-1064909

کتاب: انمول ماں، ہنگڑی ماں! قیمت:- 595 روپے

انمول ماں، تگڑی ماں!

ڈاکٹر صداقت علی



ولنگ ویز پبلی کیشنز 71A جیل روڈ لاہور۔
042-35408412, 35408419

ابتدائیہ

مجھے کیوں نکالا؟

ماں 9 میں بچ کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے، خالص آسیجھن، متوازن غذا، ارکنڈ ایشن ماخول مہیا کرتی ہے، اسے کوئی جھٹکا نہیں لگنے دیتی، بس آرام ہی آرام ہوتا ہے، کام کوئی نہیں؛ اور جب بچے اس ماخول کا عادی ہو جاتا ہے تو اسے ظالم دنیا میں بھیج دیتی ہے۔ دنیا میں آ کروہ روتا ہے اور بلک بلک کہتا ہے، ”مجھے کیوں نکالا؟“

پھر ونا دھونا اُس کا معمول بن جاتا ہے۔ بھوک لگتی ہے تو روتا ہے، سردی لگتی ہے تو روتا ہے! پیٹ میں درد ہوتا ہے تو روتا ہے! گیلا ہو تو روتا ہے! یہ رونا دھونا ماں کے وجود سے الگ ہونے کا شاخانہ ہے۔ جب ماں اسے چھوڑ کر کسی کام سے دوسرا کمرے میں جاتی ہے تو بچ سوچتا ہے میری ماں مجھے کہیں چھوڑ تو نہیں گئی؟ اس کا تلخ تجربہ اسے وہم میں مبتلا کرتا ہے۔ جب ماں بچے کو سکول چھوڑتی ہے تو بچہ روتا ہے، اُسے لگتا ہے میری ماں واپس نہیں آئے گی، آہستہ آہستہ یہ خوف مستقل شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر وہ بچ بعذازال، جس رشته میں بندھتا ہے، فکر مندر رہتا ہے کہ ایک دن اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔

جب کبھی ماں یا کوئی اور بچے کو تقدیم کا نشانہ بناتا ہے، نکتہ چینی کرتا ہے، تنبیہ کرتا ہے، دھمکی دیتا ہے، برا بھلا کہتا ہے اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے تو وہ ڈرجاتا ہے، اُسے اندر یہ شہر ہوتا ہے کہ اُسے چھوڑ دیا جائے گا؟

بچے کو دنیا میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس پر وہ بہت بے لبس اور نالاں نظر آتا ہے۔ وہ چل پھر نہیں سکتا، خود کھاپی نہیں سکتا، بلکہ وہ ماں یا دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اس کی نسبت ایک بکری کا بچ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور پیدا ہونے کے چند منٹوں بعد ہی چوکڑیاں بھرنے لگتا ہے۔

انسان کے بچے کے لئے یہ ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے کہ دنیا میں جدوجہد کر کے والپس اپنے لئے وہ ساری آسائش حاصل کرے جو ماں کے پیٹ میں اُسے ایک انمول تختے کے طور پر ملی تھیں۔ اسے پہلے سے تجربہ نہیں ہوتا اس لئے ہر بیان چیلنج اس کے لئے آسان نہیں ہوتا، اسے ہر مرحلے پر کچھ راہنمائی درکار ہوتی ہے۔

اگر ماں بچے کو ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیار کرنے تو بچے کو بہت آسانی رہتی ہے! کسی سے جو توقعات آپ رکھتے ہیں، پہلے اُسے بتاتے ہیں اور باقاعدہ معاملات طے کرتے ہیں! اسے گول سینگ کہتے ہیں۔ عموماً بچے کے ساتھ کوئی گول سینگ نہیں کی جاتی، یوں فرض کر لیا جاتا ہے کہ اسے پتا ہی ہوگا ”کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟“۔ بچہ کچھ کچھ اندازہ لگاتا ہے۔ پہلے پہل بچہ ان توقعات پر پُراؤ اترتا ہے تو ماں اسے خوش ہو کر دکھاتی ہے، کبھی گلے لگاتی ہے، کبھی منہ بھی چوتھی ہے۔ جب بچہ تو اتر سے اچھے کام کرنے لگتا ہے تو ماں نظر انداز کرنے لگتی ہے، شبابش روک دیتی ہے۔

جب بچہ بات نہیں مانتا، کوئی غلطی کرتا ہے، ضد کرتا ہے تو ماں اُسے برا بھلا کہتی ہے، دھمکیاں دیتی ہے، دوسروں سے موازنہ کر کے نیچا دکھاتی ہے حتیٰ کہ پٹائی کر دیتی ہے۔ جب بھی ماں ایسا کچھ کرتی ہے تو بچے کو بہت بُرالگتا ہے، وہ منہ بسورتا ہے، روتا ہے اور سرستا کڑھتا ہے۔ جب بچہ منفی جذبات کے بوجھ تسلی دب جاتا ہے تو پھر اُسے سارے انگور کھٹے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی کدورت کا اظہار کرتا ہے؛ جب اسے اچھا محسوس نہیں ہوتا تو کچھ اچھا کرنے کو دل نہیں چاہتا پھر اس کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی کہ کوئی اسے اچھا سمجھتا ہے یا نہ۔ وہ سوچتا ہے کہ اس سے پہلے کہ کوئی اسے رد کرے، کیوں نہ وہ دوسروں کو رد کر دے؟ اس کے اندر کی نفرت بغاوت کو جنم دیتی ہے یا پھر وہ اپنی اصلی شخصیت پر ایک غلاف چڑھایتا ہے، اس کا ظاہر ایک بہر و پیئے کی شکل اختیار کریتا ہے لیکن اس کا باطن زیریلی شیم سے بھر جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو تنگ کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ خود اندر سے تنگ ہوتا ہے۔

گاڑی کوڈینٹ پڑتا ہے تو ہم اُسے فوری ٹھیک کرنا چاہتے ہیں، جب کوئی شیشہ ٹوٹ جائے تو ہم کرچی کرچی صاف کرتے ہیں۔ بچوں کے جذبات محدود کر کے ہم کیسے لاپرواہی سے پھرتے رہتے ہیں؟ ہم ان کے ٹوٹے دل جوڑنے کی کوشش نہیں کرتے بس اوپر سے لیپاپوتی کرتے ہیں۔ بچوں کا مود پیر کی طرح ہوتا ہے، تکہداشت کی ذرا سی کمی سے یخرب ہو جاتا ہے۔

ایک انمول ماں ایسا نہیں کرتی، وہ بات اگلے دن پر نہیں ڈالتی، وہ اسی نشست میں اس تکلیف کو دور کرتی ہے جو سرزنش سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ دل آزاری کی فالتو باتیں نہیں کرتی، صرف واضح طور پر بچے کو بتاتی ہے کہ اس سے کیا کوتاہی ہوئی ہے؟ پھر وہ اپنی ناراضی کا اظہار مناسب لفظوں میں کرتی ہے، ”مجھے دکھ ہوا، تکلیف ہوئی، مجھے غصہ ہے اور میں افسرده ہوں، پھر وہ کہتی ہے، ”آپ سے غلطی ہوئی لیکن آپ نقص زدہ نہیں ہیں؛ آپ کی شخصیت میں نہیں روئے میں مسئلہ ہے۔ میں آپ سے اچھی توقعات رکھتی ہوں، سردست اس ایک غلطی کے علاوہ مجھے آپ سے اور کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ اپنے اس روئے پر نظر ثانی کر لیں۔“ پھر انمول ماں کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاتی ہے تاکہ اپنے مود اور مزاج کو سنوار لے اور اپنی برہمی پر قابو پالے۔ پھر وہ بچے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے، ”آپ میرے پیارے بچے ہو، میں آپ کی بہت قدر کرتی ہوں، میں آپ کو ہمیشہ اپنائے رکھوں گی، میرے روٹھ جانے کا کوئی امکان نہیں،“ پھر وہ بچے کو گلے لگاتی ہے اور کہتی ہے، ”آپ میرا قیمتی اثاثہ ہیں۔“

یوں فقط چند سینڈز میں اُس نقصان کا ازالہ ہو جاتا ہے جوڈاٹ ڈپٹ سے ہوا تھا۔ یہ طریقہ سب کیلئے کار آمد ہے، لوگ چاہے گھر پر مل جل کر رہے ہیں یا کام کا ج کی جگہ، یا پھر ان کا آمناسامنا معاشرے میں ہو، جب وہ تکتے چینی کرتے ہیں یا کسی کو کوتاہی کا احساس دلاتے ہیں تو ان کیلئے لازم ہے کہ ہاتھ ملا کر، تھکی دے کر، گھل کر، الفاظ کے ذریعے یا پھر جیسے بھی ان کے لئے ممکن ہواں نقصان کا فوری ازالہ کریں جوکراو کے نتیجے میں سامنے آیا۔

مثال کے طور پر ایک ٹرینیک اہل کار چالان آپ کو پکڑاتے ہوئے کہے، ”آپ نے سرخ اشارہ کاٹ کر قانون کی خلاف ورزی کی ہے ٹرینیک میں خلپ پڑا ہے اور مجھے اس سے کوفت ہوئی ہے کیوں کہ ٹرینیک کو چلائے رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ آپ برائے مہربانی 500 روپے ادا کر دیجئے۔ اس ایک غلطی کے علاوہ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں اور مجھے لکھتا ہے کہ آپ بھلے انسان ہیں بس آپ سے یہ ایک کوتاہی ہوئی ہے، آپ ممکنہ طور پر اعلیٰ انسان ہیں، اس روئیے پر نظر ثانی کر لیجئے؛ پھر اہل کار ہاتھ ملائے اور مسکراتے ہوئے رخصت ہو جائے تو چیچپے کوئی رخش باقی نہ رہے گی۔

بچوں کی پروش بارے جو کچھ ہم جانتے ہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، فرق اس سے پڑتا ہے کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں، اُس کے ساتھ ہم کیا کرتے ہیں؟ ہمارے علم، سوچ بچار اور حکمت عملی کی قدر و قیمت تب بڑھتی ہے جب وہ عملی اقدامات کی شکل اختیار کر لیں اور بچے اُسے سُن لیں، دیکھ لیں، محسوس کر لیں اور سن بھل جائیں پھر یہ سب کچھ انمول ہو جاتا ہے۔
میری کتاب ”انمول ماں، گلزاری ماں“ کا موضوع یہی ہے!

ڈاکٹر صداقت علی

انمول

انسان اور اس کا روایہ ایک ہی تینیں؛
انسان انمول ہے کیونکہ وہ بازار میں نہیں بیکتا!
انسان کے رویے کا مول ہوتا ہے اور
اس کا بھاؤ مارکیٹ طے کرتی ہے!

”تلاش کرنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے!“

تلاش

ایک سمجھدار خاتون کسی کامیاب ماں کی تلاش میں تھیں۔ نام تھا اُن کا نیک بخت! ابھی وہ امید سے تھیں اور ایک زبردست ماں بننے کی آرزو رکھتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ صرف وہی ماں اُن کی مدد کر سکتی ہے جس نے خود اس میدان میں کامیابی حاصل کر رکھی ہو۔

نیک بخت نے اپنے خاوند اعجاز سے بھی صلاح مشورہ کیا۔ انہوں نے کبھی بچوں کی پرورش کرنا نہ سیکھا تھا۔ دونوں نے یہ عزم کیا کہ وہ بچوں کی پرورش کا ہنر باقاعدہ سیکھیں گے۔

نیک بخت نے اپنی ملازمت سے چھٹی لے لی تھی۔ اب وہ اپنے بچے کی منتظر تھیں، نیک بخت نے دیگر ماڈل سے یہ پوچھنا شروع کر دیا کہ انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش کیسے کی؟ انہوں نے بے شمار گھر لیو اور ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ گفتگو کی۔ کچھ کے خاوند زندہ کچھ کے دنیا چھوڑ پکے تھے، کچھ کی علیحدگی ہو پکھی تھی۔ کچھ ماڈل کے نئے نئے بچے تھے اور کئی ایک کے بچے بڑے ہو چکے تھے۔ بعض ماڈل میں نہایت سنجیدگی سے والدہ کا کردار ادا کر رہی تھیں اور کچھ ماڈل میں محسن والدہ کے فرائض کو کھلیل تماشا سمجھے ہوئے تھیں۔

”چے پنیر گی طرح مزیدار ہوتے ہیں،
 کچھ نہ کیا جائے تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔
 ان کی نگہداشت کرنا پڑتی ہے!“

نیک بخت کو رنگ برلنگے طریقوں سے آگاہی ہوئی۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ کامیاب مان بننے کے لئے کس قدر جدوجہد کرنا پڑتی ہے، تاہم انہوں نے بارہاپھوں کی آنکھوں میں بغاوت اور لا تعلقی دیکھی، ان کے والدین پچھتاوے اور افسر دگی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ انہیں پسند نہ آیا۔ نیک بخت کو جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ نچے پنیر کی طرح مزیدار ہوتے ہیں، کچھ نہ کیا جائے تو وہ خراب ہو جاتے ہیں، ان کی نگہداشت کرنا پڑتی ہے۔ انہیں یقین تھا، پھوپھوں کی پروٹس کا بہترین طریقہ بھی ضرور ہو گا۔ نیک بخت پر عزم تھیں، کہ دیکھ بھال، نگہداشت اور اصلاح کا کوئی نہ کوئی تیز بہدف نہ خجلد ہی ان کے ہاتھ لگ جائے گا۔ وہ اس بارے میں بہت پُر عزم تھیں۔



”زیادہ تر مائیں، ایک روایتی اور طلسماں
تصویر پر پورا اترنے کی کوشش کرتی ہیں،
بچوں کی تربیت کا سائنسی تصور
اس سے الگ ہوتا ہے!“

اس دوران نیک بخت کو وہ مائیں جو ”سخت گیر“ تھیں اور انہوں نے اپنے بچوں کو نظم و
ضبط کی پابندیوں میں جکڑا ہوا تھا، چونکہ ان کے بچے ”امی جی، امی جی اور ابا جی، ابا جی!“
پکارتے رہتے تھے، اس لئے ان کی حسرت زدہ سہیلیاں، انہیں بہت اچھی مائیں سمجھتی تھیں۔
لیکن ان ماؤں کے بچے، ایسا نہیں سمجھتے تھے۔

نیک بخت ان سخت گیر ماؤں کو ملنگئی اور ان سے پوچھا، ”آپ کیسی مائیں ہیں؟“
ان ماؤں نے تقریباً ایک ہی جیسے جواب دیئے۔

ایک ماں نے کہا، ”میں دیکی اور دیہاتی ماں ہوں، ان ماؤں کے بچے میں فخر تھا۔“
نیک بخت کی ملاقات ”شہید وفا“ ماؤں سے بھی ہوئی جن کے نزدیک بچوں کا احساس ہی
سب سے اہم تھا۔ چونکہ یہ مائیں سمجھدار اور ہمدرد کھانی دیتی تھیں، اس لئے کچھ لوگ انہیں
بہت اچھی مائیں سمجھتے تھے، لیکن، ان کے بچوں کا خیال بالکل الٹ تھا۔

جب نیک بخت ان ”جنگی“ ماؤں کے گھر گئیں اور ان سے پوچھا، ”آپ کے خیال میں آپ
کیسی مائیں ہیں؟“، تو انہوں نے بھی تقریباً ایک جیسا ہی جواب دیا، ”میں ایک مہذب اور
ہمدرد ماں ہوں“، یہ مائیں بہت مطمئن تھیں اور انہیں اپنے بچوں میں شعور اور خدا عنادی پر
بہت ناز تھا۔ لیکن نیک بخت کو ان کے حالات سن کر عجب بے چینی ہو رہی تھی۔

”زیادہ تر ہائیں نصف مائیں ہوتی ہیں، وہ جابر ہوتی ہیں یا صابر!“

نیک بخت کو ایسا لگ رہا تھا کہ ماں میں بچوں کو ڈسپلن کرنا چاہتی ہیں یا پھر انہیں شعور اور خود اعتنادی کی دولت دینا چاہتی ہیں۔ جو ماں میں محض یہ چاہتی تھیں کہ ان کے بچے تمیزدار اور تابع دار ہوں انہیں عام طور پر جابر، ماں میں کہا جاتا، اور جو اپنے بچوں میں شعور اور اعتناد کی خواہشمند تھیں، انہیں صابر ماں میں سمجھا جاتا تھا۔ نیک بخت کے خیال میں یہ ”جابر“ اور ”صابر“ ماں میں، صرف کچھ حد تک کامیاب تھیں۔ دونوں طرح کی ماں میں اپنی بہترین کوششیں کر رہی تھیں لیکن نیک بخت کی سوچ میں یہ تو ”نصف“ ماں میں تھیں۔

نیک بخت نے قرب و جوار میں مختلف ماؤں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا..... لیکن بے سود۔ جب وہ گھر واپس لوٹیں تو ان پر تھکاوٹ غالب تھی اور وہ قدرے مایوس تھیں، تاہم انہیں معلوم تھا کہ وہ کس چیز کی تلاش میں ہیں؟

انہوں نے اپنے خاوند کو بتایا، ابھی تک میں صرف یہ جان پائی ہوں کہ کامیاب ماں اپنے گھر کو سنوارنا چاہتی ہے، وہ نا صرف بچوں میں اپنی ذات سے احترام کا رشتہ پیدا کرنا چاہتی ہے، بلکہ انہیں نظم و ضبط کا پابند بنانا چاہتی ہے، بچوں کو اپنی دلکشی بھال، نگہداشت اور اصلاح میں خود کفیل بنانا چاہتی ہے اور سب سے اہم بات، وہ اپنے بچوں کی دلکشی بھال کو مزید اربانا چاہتی ہے۔

”چراغ سے چراغ جلتا ہے تو روشنی بڑھتی ہے!“

بالآخر، نیک بخت کو ایک زبردست خاتون کی شاندار کہانیاں سننے کو ملیں۔ اپنی ادھیر عمری میں بھی یہ خاتون ایک بہت پُر لطف اور بھرپور زندگی بس رکر رہی تھیں۔ ان کا نام اونج شریا تھا۔ وہ ہر ملنے والے کو خوش آمدید کہتیں۔ نیک بخت کو اونج شریا کی اس خوبی کا بھی پتا چلا وہ ایک ”غیر معمولی ماں“ ہیں، جنہیں بچوں کی پرورش، دیکھ بھال، نگہداشت اور اصلاح کے لئے سادہ اور موثر طریقے معلوم ہیں۔ اس غیر معمولی ماں نے معمولی کوششوں سے پانچ بچوں کی شاندار پرورش کی تھی۔ سب انہیں انمول ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کا ہر بچہ ناصرف مہذب اور جاذب نظر تھا بلکہ مالی طور پر مستحکم ہو چکا تھا۔ اونج شریا کے بیٹے، بیٹیاں کامیابی کے ساتھ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مگن تھے۔

نیک بخت حیران تھیں، کیا یہ شاندار کہانیاں، حق ہیں؟ کیا یہ خاتون اپنے آزمودہ نئے دوسرا خواتین کو بتاتی ہوں گی؟

نیک بخت نے اونج شریا کو فون کیا، ”میں نے سنا ہے کہ آپ بچوں کی پرورش، نگہداشت اور اصلاح کے موثر طریقے جانتی ہیں؟ کیا اس موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کیلئے مل سکتی ہوں؟“

اونج شریا نے کہا، ”آپ کسی بھی وقت میرے پاس آسکتی ہیں! مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوگی۔“



”لکیر کے فقیر نہ بنیں، سیکھنے کی سوچ جگائیں!“

جب نیک بخت ”انمول ماں“ کے گھر پہنچیں، تو انہیں توقع تھی کہ ان کی ملاقات کسی ضعیف عورت سے ہوگی، لیکن انہیں ایک چاک و چوبند خاتون نے خوش آمدید کہا۔ جس کی آنکھوں میں چمک تھی، نیک بخت سوچنے لگیں، ”اس خاتون کے پاس کیا جادو ہے؟“ چائے کے بعد اونچ شریانے کہا، ”میں آپ کی مدد کیسے کر سکتی ہوں؟“ نیک بخت نے کہا، ”آپ نے بچوں کی بہترین پروش کی ہے میں بھی ایسا کرنا چاہتی ہوں۔“ اونچ شریانے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی، ”مجھے اپنے بچوں پر بہت فخر ہے۔ میرا ہر بچہ باصلاحیت اور خوشحال ہے۔ میں ایک مطمئن ماں ہوں۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”اگر آپ بُرانہ ماں نیں تو میں اہم باقیں تحریر کرتی رہوں؟“ اونچ شریانے قہقهہ لگایا اور کہنے لگیں، ”نہیں اس کی ضرورت نہیں، یہ چند انمول طریقے ہیں جنہیں آپ سیکھ لیں، ان پر نوٹس میں آپ کو مہیا کر دوں گی۔ میں کوئی عقلِ گل نہیں، تاہم میں آپ کو لکیر کی فقیر نہیں بنانا چاہتی، میں آپ کے اندر سیکھنے کی سوچ بگانا چاہوں گی۔“



”جو بچے اچھا محسوس نہیں کرتے، ان میں ڈرگز

کی طلب جنم لیتی ہے!“

اوچ ثریا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”میں نے ڈاکٹر صداقت علی سے بچوں کی پروش، دیکھ بھال، غمہداشت اور اصلاح کے لئے چند سادہ آسان طریقے سیکھے، لیکن ان کے باعث ہماری زندگیوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ مجھے تجسس ہے کہ آپ ابھی سے بچوں کی پروش کے بارے میں اس قدر فکر مند کیوں ہیں؟“

”میرا خیال ہے بچوں کی پروش کا ہنر شادی سے پہلے سیکھنا چاہیے۔ میں نے ڈاکٹر صداقت علی کو کہتے سنा ہے اب یونیورسٹی جانے والے بچوں میں ڈرگز کا زیادہ رحمان ہے۔ صرف وہی بچے نئے سے بچیں گے جن کے والدین انہیں حفاظتی ٹیکے لگوائیں گے۔“

اوچ ثریا پوچنک گئیں، ”نشے کی بیماری کے حفاظتی ٹیکے؟“

”ہاں! ان کی مراد یہ تھی کہ بچوں کو ذمہ دار نظم و ضبط کا پابند اور خوش مزاج بنادیا جائے۔“

”یہ تو بہت پیاری بات ہے، بچوں کو یہ ہنر سیکھنے کی ضرورت ہے، بچے پورے انسان ہوتے ہیں بس وہ دیکھنے میں چھوٹے ہوتے ہیں۔ جب ان کے پاس کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، وہ اچھا محسوس نہیں کرتے۔ ڈرگز کی طلب بیہاں سے جنم لیتی ہے، اوچ ثریا نے کہا اور حچھت کو گھورنے لگیں۔“

نیک بخت یہ طریقے جانے کے لئے بہت بے تاب تھیں۔ وہ کہنے لگیں، میرا خیال ہے کہ ہم بچوں کو نظم و ضبط کا پابند اور خوش مزاج بنانے کے حوالے سے بات شروع کرتے ہیں۔ اکثر والدین کیلئے یہ بہت مشکل ہوتا ہے، آپ نے یہ سب کیسے کیا؟“

اوچ ثریا نے جواب دیا، ”میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا؟“

”ہم خود لاشعوری طور پر بچوں کو سکھاتے ہیں کہ وہ بُمارے ساتھ گیسا سلوک کریں؟“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کیا کہہ رہی ہیں؟“

اوچ شریا کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور وہ کہنے لگیں، ”بچوں نے خود اپنی زندگی سنواری، میں نے تو صرف اپنے بچوں کو یہ سیکھنے میں مدد دی کہ اچھا رویہ اپنا کروہ کس قدر مرے میں رہیں گے۔ یہ طریقہ قدرے آسان ہے!“

نیک بخت نے کہا، ”پھر تو آپ صابر ماں، ہو گئیں!“

”نہیں، بلاشبہ ایسا نہیں! اگر میں ”صابر ماں“ ہوتی تو میرے بچے گستاخ اور خودسر ہو جاتے اور میرے لئے مصیبت اور پریشانی پیدا کرتے!“

”تو کیا صبر بُری چیز ہے؟“

”نہیں! صبرا چھپی چیز ہے لیکن آپ یہ کسی کے ساتھ نہیں، اپنے ساتھ کرتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”صبر کا مطلب ہوتا ہے، انتظار! آپ اپنے ہدف کے پورا ہونے کا انتظار کرتے ہیں، دوسروں کے خوب نبود بدلتے کا انتظار انہیں گراہ کرتا ہے۔“

”ایسا کیوں؟“

”یوں ہم بچوں کو خود سکھادیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں۔ ہمارے صبر سے وہ اپنا غلط رویہ جاری رکھنا سیکھتے ہیں۔“

”اواؤئی سی، آپ اپنے روئے کو ترجیح دیتی ہیں اور بچوں میں اعتماد کی بجائے ”اچھا رویہ“ پیدا کرنا چاہتی ہیں؟“

”جیسا ہمارا موڈ ہوتا ہے و یسا ہی سلوک ہم اپنے بچوں سے کرتے ہیں!“

اوج شریا آگے ہو کر بیٹھ گئیں اور آہستہ سے کہا، ”میں اس قسم کی باتیں اور تبصرے پہلے بھی سن پچھی ہوں، یہ تو ہی بات ہوئی کہ پہلے مرغی پیدا ہوئی یا انڈا؟..... ایک بچہ اچھارو یہ اپناتا ہے تو یہ اس کے پُر اعتماد ہونے کی علامت ہے، جب آپ اس سچائی کو سمجھ لیں گی، تو اپنے بچوں کے ساتھ آسانی سے معاملات طے کر لیں گی۔“

نیک بخت نے کہا، ”یہ واقعی بہت اہم ہے۔ اب میں تکمیل کر زیادہ تر لوگ آپ کو ”انمول ماں“ اور کچھ لوگ آپ کو ”تگڑی ماں“ کیوں کہتے ہیں؟ جو بچے اپنی ذات اور شخصیت سے محبت کرتے ہیں، وہ اچھارو یہ اپناتے ہیں۔“

اوج شریا مسکرائی اور کہنے لگیں، ”الحمد للہ! یہ اصول ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے، جس پر ایک خوشحال گھرانہ تعمیر کیا جاسکتا ہے“، اوج شریانے بات جاری رکھی، ”میں نے جب جب اپنے بارے میں اچھا محسوس کیا؟ تب بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا!“

نیک بخت نے سر ہلاایا اور کہنے لگیں، ”اس کا مطلب یہ ہے کہ جب میں اپنے بچوں سے بُرا سلوک کروں گی تو میں اپنے بارے میں بُرا محسوس کروں گی، اور پھر میں اپنے ساتھ بھی بُرا سلوک کروں گی۔ کسی کے ساتھ جو سلوک ہم کرتے ہیں اُس کا تعلق ہمارے مود کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔“

**”جب بچوں کی عزت نفس بڑھتی ہے
تو وہ اپنے اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں!“**

اوج شریانے خوشی سے کہا، ” بلاشبہ، جیسا ہم محسوس کرتے ہیں ویسا ہی سلوک ہم اپنے اور دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں!“

نیک بخت نے کچھ دری سوچا اور کہن لگیں، ”جب آپ بچوں کو اپنے ساتھ اچھارو یہ سکھاتے ہیں تو پھر آپ ان سے اچھے روئے کی توقع کر سکتے ہیں؟“

اوج شریانے جواب دیا، ” بالکل درست، میں یہی کہنا چاہ رہی تھی۔“

نیک بخت کی دلچسپی بڑھ گئی، انہوں نے پوچھا، ” آپ پہلے ہی یہ کہہ چکی ہیں کہ آپ جابریا صابر ماں نہیں ہیں، تو پھر خود کو کس قسم کی ماں فرار دیں گی؟“

اوج شریانے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ” انمول اور ہرگز میں ماں! بطور ماں میں آسانی سے ایک منٹ کے اندر اندر بچوں کے معاملات نپڑا دیتی ہوں اور انہیں بتا دیتی ہوں کہ ان کے غلط رویوں سے ناصرف والدین کو بلکہ خود ان کو بھی پریشانی ہوگی۔“

نیک بخت کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے، انہوں نے ایسی ماں کبھی نہ دیکھی تھی۔

اوج شریانہ مسکرا نے لگیں، ” میرے بچے بھی مجھے، ”انمول ماں“ کے نام سے پکارتے ہیں، انمول ماں بننے کے لئے زیادہ عرصہ درکار نہیں ہوتا، بس دل کی بات بچوں تک پہنچانے کے لئے تین انمول طریقے اپنا نے پڑتے ہیں۔ ہر طریقے پر محض ایک منٹ خرچ ہوتا ہے اور ان سے بچوں کی عزت نفس بڑھتی ہے، اس کے بعد وہ اپنے اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ” یہ توجہ ان کن باتیں ہیں، آپ نے سب کچھ کہاں سے سیکھا؟“

”والدین کا گردار نبھانا زیادہ مشکل نہیں“

**بشرطیکہ وہ اسے سیکھ لیں،
اور پھر ہر اسٹیچ پر ڈٹ کر کھڑے رہیں!“**

”شکریہ،“ اونچ شریا نے کہا، ”بہت عرصہ پہلے میں ایک انمول باپ سے ملی تھی جنہوں نے مجھے ان انمول طریقوں بارے بتایا، جو میرے لئے بہت کارگر اور مفید ثابت ہوئے۔ مجھے اپنے تجربے سے معلوم ہوا کہ باپ کا اندازِ فکر، ماں کی سوچ سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ لہذا میں نے یہ طریقے اپنی ضرورت کے ساتھ نے میں ڈھال لئے۔“

”کیا یہ طریقے، قدرے فرق کے ساتھ سب کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں؟“
اونچ شریا نے اثبات میں سر ہلا کیا اور کہا، ”میاں یوں کیلئے بھی، حتیٰ کہ کسی دوسراے انسان کے لئے بھی جس کی آپ پرواہ کرتے ہوں۔“

نیک بخت نے کہا، ”اعجاز یہ سن کر بہت خوش ہوں گے۔ ایک اچھا باپ بننے کے لئے وہ بھی پُر جوش ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ ہماری راہنمائی کر سکتی ہیں۔ یہ ہمارا پہلا بچہ ہوگا۔“
”آپ ناکسی آزمائش کے سیکھ جائیں گی۔ والدین کا کردار نبھانا زیادہ مشکل نہیں ہوتا بشتر طیکہ وہ اسے سیکھ لیں اور ہر اسٹیچ پر ڈٹ کر کھڑے رہیں۔ بچوں کی پرورش نہایت دلچسپ اور مزے دار کام ہے۔ آپ اعجاز کوڈا کڑ صداقت علی کی کتاب ”انمول باپ، مینارِ نور“ پڑھنے کیلئے دیں۔“

نیک بخت نے آہستہ آواز میں پوچھا، ”رخصت طلب کرنے سے پہلے میں ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں، کیا یہ طریقے بہت رازداری سے استعمال کئے جاتے ہیں؟“

**”بچوں کے سائز اور عمر سے دھوکا نہ کھائیں
انہیں کمتر نہ جانیں، وہ بیمارا اگلا ایڈیشن ہیں!“**

انمول ماں نے جواب دیا، ”نبیں، قطعی نہیں، یہ کوئی خفیہ ہتھیار نہیں ہیں۔ بچوں کی تربیت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ جو کچھ آپ ان کے ساتھ کرتے ہیں وہ پہلے انہیں بتاتے ہیں۔ جب ہم کھلے دل سے بچوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں تو حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ میرے بچوں کو پتا ہے میں ان کے ساتھ اچھارو یہ اختیار کرنا چاہتی ہوں اور ان کی طرف سے اپنے ساتھ بھی اچھا رو یہ چاہتی ہوں، میں ان کے ہرسوال کا مختصر اور جامع جواب دینا چاہتی ہوں لیکن ان کی منظوری اور خوشنودی کیلئے نہیں ترسی! میں بچوں کو بھرپور انسان سمجھتی ہوں، ان کے سائز یا عمر سے دھوکہ نہیں کھاتی، وہ میرا اگلا ایڈیشن ہیں لیکن میں ان کی پیروی نہیں کرنا چاہتی، کیونکہ ابھی وہ مجھ سے زیادہ تجھ بے اور مرتبہ نہیں رکھتے۔“

نیک بخت نے اطمینان کا سانس لیا اور پوچھا، ”یہ انمول طریقے کیا ہیں؟“

انمول ماں نے کہا، ”یا آپ میرے بچوں سے کیوں نہیں پوچھتیں؟“

نیک بخت نے کہا، ”میں ایسا ہی کروں گی، میں ان سے جلد ملاقات کرنے والی ہوں۔“

نیک بخت نے اپنی میزبان سے مصافحہ کیا اور رخصت ہو گئیں۔ انہوں نے اوج ثریا کی تینوں بیٹیوں شگفتہ، شاستہ اور رخشدہ کو ملاقات کیلئے واٹس ایپ پیغامات بھیجے اور ان کے بیٹوں اسجدہ اور مجدد سے ملنے کا فیصلہ کچھ دن بعد پر کھا۔



”ایک دفعہ انمول مال بن جائیں تو بچوں کی“

”پرورش میں زیادہ وقت نہیں لگتا!“

نیک بخت اتوار کی شام کو شگفتہ کے گھر مدعا تھیں، ان کے میاں بھی موجود تھے۔ سولہ اور بارہ سال کے دو بیٹے اور نو سال کی ایک بیٹی بھی میزبانی میں حصہ لے رہے تھے۔ نیک بخت نے گرم جوشی کو واضح طور پر محسوس کیا۔ بچے میں ٹیکھیں کھیل رہے تھے اور ان کے والدین بھرپری بنے بیٹھے تھے۔ تعارف کے بعد بچوں نے ان سے اجازت چاہی اور دونوں خواتین گفتگو کرنے لگیں۔ شگفتہ ہشاش بشاش اور مطمئن تھیں۔ اپنی والدہ کی مانند وہ اپنے آپ سے خوش دکھائی دیتی تھیں، اور کم عمر لگ رہی تھیں۔

شگفتہ نے پوچھا، ”میرا خیال ہے آپ نے میری والدہ کے ساتھ کافی وقت گزارا ہے؟“
 ”نیک بخت نے جواب دیا، ”بچے یہ ہے کہ میں نے ان کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا۔“
 شگفتہ نے کہا، ”میری والدہ بہت شاندار خاتون ہیں، کیا انہوں نے آپ کو ”انمول ماں“ کے متعلق کچھ بتایا؟“

”یقیناً! انہوں نے بتایا ایک دفعہ انمول ماں بن جائیں تو بچوں کی پرورش اور اصلاح میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔“

شگفتہ نے تصدیق کرتے ہوئے کہا، ”یہ بچہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری دونوں بہنوں سے بھی ملیں، پھر آپ خود ہی متانج کا اندازہ لگالیں گی۔“
 ”لگتا ہے آپ کی ماں نے بہت زیادہ لاڈنہیں کئے؟“

”بچوں کی اچھی پرورش کا انحصار قسمت پرنسپل، حکمت پر ہے!“

شگفتہ نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر کہنے لگیں، ”میرے والد نے بہت عرصہ سعودی عرب میں گزارا، ہم سب چھوٹے تھے، ہماری ماں کو سب معاملات سننا جانے پڑتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے ہماری ماں نے جو بھی وقت دیا، وہ بہت ہی خاص اور انمول تھا۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”کیا آپ کوئی ایک ایسی مثال دے سکتی ہیں؟“
شگفتہ نے جواب دیا، ”کیوں نہیں، میری والدہ مجھے سب کچھ سیکھنے میں مدد دیتیں۔ وہ ساتھ بیٹھ جاتیں اور مقصد حیات اور اہداف کے بارے میں بتاتیں کرتیں، پھر ان میں فرق بتاتیں!“

نیک بخت نے پوچھا، ”مقصد حیات؟ اور اہداف؟“ یہ کیا بلا کیں ہیں؟
شگفتہ نے کہا، ”یہ تین میں سے پہلا انمول طریقہ ہے اسے گول سینگ بھی کہتے ہیں۔ اس کے پس پرده مقصد حیات کی قوت ہوتی ہے جو زندگی کو پر جوش اور مزیدار بناتی ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”کیا مقصد حیات اور اہداف ایک جیسی چیزیں نہیں ہیں؟“
شگفتہ نے کہا، ”نہیں! ان میں تھوڑا فرق ہے، مثال کے طور پر آپ ایم اے کرنا چاہتی ہیں، تو یہ ایک ہدف ہے، آپ علم حاصل کرنا چاہتی ہیں، تو یہ مقصد حیات ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”یعنی گلوز شروع ہوتے ہیں اور ان کا انتظام ہوتا ہے جبکہ مقصد حیات جاری رہتا ہے، بہر حال دونوں میں بلکہ اونہیں بلکہ کوئی قدر مشترک ہونا چاہیے۔“

شگفتہ نے کہا، ”بالکل یہی بات ہے، اکثر والدین اس پر توجہ نہیں دیتے، اس بارے میں والدین اور بچوں سے پوچھیں تو پتا چلتا ہے کتنے متحملہ خیز جواب آتے ہیں؟“



”بچوں کے بگٹنے کا والدین کے ٹنائیوں اور رزق“

حلال کھلانے سے کوئی لینا دینا نہیں!“

نیک بخت نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگیں، ”جن گھروں میں میں کئی ہوں، وہاں والدین یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کا انحصار بس قسمت پر ہے۔“

ٹنگفتہ نے جواب دیا، ”مسائل اس وقت تک حل نہیں ہوتے جب تک ضعیف الاعتقادی سے چھکھکارہ نہیں پایا جاتا۔ حد تو یہ ہے کہ اکثر لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ ان بچوں کے بگڑنے کا تعلق والدین کے گناہوں سے ہے، یا پھر بچوں کو رزق حلال نہ کھلانے سے گھر میں فساد ہتا ہے۔ مجھے اپنا بچپن یاد آگیا، یہ سب کچھ کس قدر تکلیف دہ تھا؟“

نیک بخت نے پوچھا، ”کیا آپ کے گھرانے میں بھی ایسے حالات پیش آئے؟“

ٹنگفتہ نے جواب دیا، ”کیوں نہیں؟ یہ ہمارے کلچر میں گندھی ہوئی سازش ہے، تاہم ماں نے ہمیشہ ہمیں احساس دلا یا کہ اہداف کا تین اور ان کی پیرودی اصل چیز ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”تو کیا والدین کے گناہوں اور رزق حلال کھلانے کا بچوں کے سخونے سے کوئی تعلق نہیں؟“

”والدین کا نیک ہونا بہت معانی رکھتا ہے، لیکن اس کا بچوں کے سخونے یا بگڑنے سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ باقی والدین کو نیکی اور رزق حلال کی ترغیب دینے کیلئے پھیلائی گئی تھیں، ان کا سچائی اور حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں!“

ٹنگفتہ نے اپنی بات جاری رکھی، ”میری والدہ کی ایک شاندار بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے ایک ”انمول ماں“ کے اجزاء ترکیبی سادہ زبان میں سمجھا ہے۔“

نیک بخت چہک کر بولیں، ”پھر ذرا آپ بھی جمادیں ہتھیلی پر سرسوں!“

**”اگر گول سینگ بار بار دیکھی اور پڑھی جائے تو
دماغ میں جذب ہو کر عمل کے سانچے
میں ڈھل جاتی ہے!“**

شگفتہ کے ہونٹوں پر مسکرا ہٹ آئی اور انہوں نے کہا، ”انمول مال سائنس اور صبر و شکر کے ساتھ بنتی ہے، بات بن جائے تو شکر کریں اور نہ بنے تو صبر کے ساتھی حکمت عملی بنائیں۔ گول سینگ میں کسی ہدف کو 100 الفاظ میں تحریر کیا جاتا ہے: کیا کیا کرنا ہے؟ اور کب تک کر گزرنا ہے؟“

نیک بخت نے پوچھا، ”آپ گول سینگ کرتی ہیں؟“

”کیوں نہیں؟ پاکا! جب میں لکھ کر اہداف کا تعین کرتی ہوں، مجھے زیادہ احساس رہتا ہے۔ جو لوگ زبانی میں خرچ کرتے ہیں، انہیں اپنے ہدف اکثر بھول جاتے ہیں۔“

”خوب، لیکن آپ گولز 100 الفاظ میں کیوں تحریر کرتی ہیں؟“

”تاکہ میں اپنے گولز فوری طور پر پڑھ کر ان کا جائزہ لے سکوں۔ میں جس قدر جلد، بار بار اور تیزی سے اپنے اہداف پر نظر ڈالتی ہوں، میں انہیں اپنے دماغ میں زیادہ سے زیادہ جذب کر لیتی ہوں اور یہ میرے عمل کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں۔“

”کیا آپ مجھے اس کی کوئی مثال دے سکتی ہیں؟“

شگفتہ نے جواب دیا، ”ہمارے گولز و طرح کے ہوتے ہیں، فیملی گولز اور ذائقی گولز۔ فیملی گولز دو یا زیادہ افراد کے مشترک گلزار ہوتے ہیں جبکہ ذاتی گلزار ایک ہی فرد کے خیجی گولز ہوتے ہیں۔ مثلاں کے طور پر کئی سال پہلے ہمیں یہ مشکل پیش آ رہی تھی کہ ہمارا بیٹا وقت پر سونے کے لئے

چلا جائے لیکن ہمارا بیٹا رونا دھونا نہ ادا دیتا۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”پھر آپ نے یہ مسئلہ کیسے حل کیا؟“

”اگر ہم الارم کلاک کو اپر چیونٹی کلاک بولیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ لفظوں کے فرق سے کوئی فرق پڑتا ہے؟“

”ایک شام ہم سب اکٹھے بیٹھے اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے گفتگو کی۔ ہم نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ہمارے دو گولز ہیں، پہلا یہ کہ ہمارا بیٹھا رات جلدی سوئے، اور دوسرا یہ کہ صبح کو تازہ دم اٹھے۔ ہمارا بچہ چونکہ چھوٹا تھا اس لئے گول کھنے میں ہم نے اس کی مدد کی۔ ہم نے خصوصاً صبح سوریے جانے کی اہمیت پر زور دیا کیونکہ اس پر ہمارا اختیار رات جلدی سونے کی نسبت زیادہ ہے ہم نے پہلی چندراتیں تیری یہی منصوبہ بیٹھ کر سنایا۔

”ہمارا بیٹھا ساڑھے سات بجے اپنے بستر پر جاتا، وہ اپنے کمرے کی روشنی جلانے کھٹا اور اپنی کتاب پڑھتا یا آٹھ بجے تک اپنی مرضی کا کوئی بھی کام کرتا۔ پھر ہم اسے بتا دیتے کہ آٹھ بج پکے ہیں اور سو جائے ہم نے اسے ایک اپر چیونٹی کلاک دے دیا تاکہ وہ صبح اپنی ذمہ داری پر بیدار ہو سکے۔“

”آپ نے یہ کیا لفظ بولا؟ ساری دنیا تو الارم کلاک کہتی ہے؟“

شگفتہ نے جواب دیا، ”لفظوں کے فرق سے فرق پڑتا ہے، یہ طریقہ کارگر اور مفید ثابت ہوا۔ چند ہی دن میں وہ صبح وقت پر سونے جانے لگا۔“

”اگر یہ طریقہ کارگر نہ ہوتا تو پھر آپ کیا کرتے؟“

”پھر ہم تیسرا انمول طریقہ آزماتے، ہم اس کے متعلق آپ کو بعد میں بتائیں گے،“ شگفتہ نے بات جاری رکھی، ”میں اپنے بیٹے کو بلاتی ہوں وہ آپ کو گول سینگ کے بارے میں تفصیل سے بتائے گا۔“

”کوں شروع کرتے ہوئے اندر سے مزاحمت

آتی ہے بعد ازاں کامیابی ملنے سے
جو ش پیدا ہو جاتا ہے!

بارہ سالہ شانی نے ”ہیلو“ کہا اور نیک بخت کو اپنے اہداف کی فہرست تھامدی۔ یہ فہرست دو اہداف پر مشتمل تھی:

- 1 میں پا تو پرندے نقچ کر 2 فروری کو سکول کے ساتھ نتھیا گلی جاؤں گا۔
 - 2 میں روزانہ ایک گھنٹہ ریاضی پڑھ کر آئندہ امتحان میں A گریڈ لوں گا۔
- نیک بخت نے شانی سے پوچھا، ”جب آپ اپنے گواز لکھتے ہو تو کیسا لگتا ہے؟“
- شانی نے جواب دیا، ”شروع میں مجھے یہ پسند نہیں تھا اور میرے اندر سُستی تھی۔ لیکن اب میں آسانی سے لکھ لیتا ہوں، جن چیزوں کا فائدہ ہو، اُن کی عادت ہو جاتی ہے۔“
- شانی اور نیک بخت کافی دیربا تیں کرتے رہے، پھر شانی اندر چلا گیا۔
- نیک بخت نے مرکر شگفتہ کی طرف دیکھا اور کہا، ”آپ سب نے اپنے گواز حاصل کر لئے ہیں، پھر بھی گواز لکھنے کا طریقہ آپ نے جاری رکھا ہوا ہے؟“
- ”لکھ لینے سے گواز کے پورا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ہم ان گوازوں کا اکثر جائزہ لیتے رہتے ہیں، یہ کامیاب لوگوں کا طریقہ ہے“، شگفتہ نے بات جاری رکھی، ”جائزے کا عمل ہم جس قدر کثرت سے انجام دیتے ہیں، اسی قدرتیزی سے ہم آگے بڑھتے ہیں۔ ہم سب فیملی گواز کی نقل اپنے پاس رکھتے ہیں!“
- ”کیا اس طرح کا غذی کارروائی بہت زیادہ نہیں ہو جاتی؟“

”بچوں کو ان کے ارادت اور وعدے یاد دلانا پڑتے ہیں!“

”نہیں، ایسا قطعی نہیں ہے، یہ صرف کافندکا ایک ہی صفحہ ہوتا تھا، اس طرح کوئی بہت زیادہ ردی اکٹھی نہیں ہوتی۔ میری والدہ کہا کرتی تھیں، ہماری 20% خاص کوششوں سے 80% نتائج حاصل ہوتے ہیں اور 80% عام کوششوں سے 20% نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو وہ 20:80 کا اصول کہتی تھیں۔ لہذا ہم خاص 20 فیصد کاموں کو لکھ لیتے ہیں۔ انہیں ہم اپنا جنون بنایتے تھے یہ 20% خاص کام بدلتے رہتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”میں گول سینگ کی اہمیت سمجھ گئی ہوں، یہ تو زبردست طریقہ ہے۔“
اس طرح فیلمی کو ایک دوسرے کی ترجیحات کا علم بھی ہو جاتا ہے۔“

”یقینی طور پر سب افراد خانہ سمجھ جاتے ہیں کہ کون کیا کرنا چاہ رہا ہے؟ اور ہاں، کیا آپ فرض کر لیتی ہیں کہ بچوں کو پتا ہی ہوگا کہ انہوں نے اپنے گواز کیسے حاصل کرنا ہیں؟“

”نہیں! بتانا پڑتا ہے، اگر ان کی ذمہ داری اپنے کروں کو صاف رکھنا اور بستر بچھانا ہے، تو پھر میں پہلے خود انہیں نہایت پیار و محبت سے صفائی کرنا اور بستر بچھانا سکھاتی ہوں۔“

”کیا اس طرح زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی؟“

”ابتداء میں ایسا ہوتا ہے، یہ وقت کی سرمایہ کاری ہے۔ بعد میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ جب بچے سمجھ لیتے ہیں یہ کام کیسے کرنا ہے؟ ان سے کس معیار کی توقع کی جا رہی ہے؟ تو وقت پھر تارہ تا ہے۔“

”یعنی آپ بچوں کی طرف کام منتقل کرتی رہتی ہیں؟“

”ہاں! اور بچوں کو ان کے ارادے اور وعدے یاد دلانا پڑتے ہیں۔“

”کیا اپنے گول اور اپنے روئے کا مقابلی جائزہ ضروری ہے؟“

نیک بخت ایک لمحے کے لئے چونکی اور کہا، ”آپ 20 فیصد کاموں کے باعث 80 فیصد نتائج حاصل کرتی ہیں، آپ کو اس طرح علم ہوتا ہے کہ یہ اہم 20 فیصد کام کون سے ہیں؟“ ”شگفتہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور کمرے میں ٹہلنے لگیں، پھر انہوں نے مہمان سے پوچھا، ”کیا آپ کچھ پینا چاہیں گی؟“

”نہیں! بہت شکریہ،“ شگفتہ دوبارہ کمرے میں ٹہلنے لگیں۔ وہ اس وقت گہری سوچ میں تھیں، کہنے لگیں، ”آپ کے سوال بہت اچھے ہوتے ہیں۔ آپ اپنے لئے ان 20 فیصد کا انتخاب ”خود سے پوچھ کر“ کر سکتی ہیں۔ آپ کے لئے سب سے اہم چیز کون سی ہے؟ آپ اپنی پر نظر ڈال سکتی ہیں، کون سے کام زیادہ منافع بخش ثابت ہوئے؟ میں بھی اپنے آپ سے پوچھتی ہوں، میرے لئے کیا چیز زیادہ اہم اور منافع بخش رہی؟“

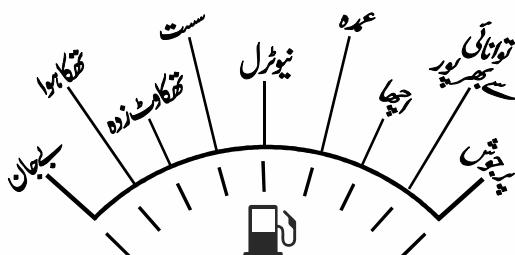
نیک بخت بہت پر جوش تھیں، کہنے لگیں، ”اگر آپ کسی خاص دن اپنے اہم کام کر لیں، تو کیا آپ اس بات کو در گزر کر سکتی ہیں کہ چار غیر اہم کام نہیں ہوئے؟“

شگفتہ کہنے لگیں، ”میرے غیر اہم کام رہ نہیں جاتے، وہ میرے بچے یا ملازم میں انجام دیتے ہیں۔ میں بس 20% اہم کاموں کا فلکر کرتی ہوں۔ میں ایک منٹ میں اپنے اہداف کا جائزہ لیتی ہوں، اپنے روئیے اور طرزِ عمل پر نظر دوڑاتی ہوں، اور پھر یہ دیکھتی ہوں کہ کیا میرا روئیہ اور طرزِ عمل، میرے اہداف کے عین مطابق ہے یا نہیں؟“

نیک بخت نے پوچھا، ”آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ اپنے گول اور روئیے کا مقابلی جائزہ لیتی ہیں..... تو آپ ایک طرح سے اپنا احتساب کرتی ہیں؟“



تاریخ:



آج میں کیا محسوس کرتا ہوں؟

اوپرینالائیں	کیمیاوی توازن		دوپائیں
کچھ کے سبکیں	آسیتوں	ایندگار فیر	سیدوٹون

مسائل - منقی پوائنٹس

- اساف
- بڑس
- خاندانی
- صحت
- عمر
- عدم تحریف
- وزن

ثابت اسکور ————— منقی اسکور
نیٹ اسکور —————

اچھی کار کردگی - ثبت پوائنٹس

- کھانا
- نیند
- ورزش
- مطالعہ
- مہربانیاں
- لباس
- میل جوں
- لیڈی
- کام و حدا
- آدمی
- موقع

آج میں اللہ کا شکر گزار ہوں کیونکہ

”کوں سیٹنگ اپنے ساتھ کیا ہوا وعدہ ہے جسے وقت پر پورا کرنا ہوتا ہے!“

”میں اپنا حساب کتاب کرتی ہوں، دراصل میں روزانہ کا ہی کھاتہ بناتی ہوں۔“

”ہی کھاتہ؟ آپ کوئی کاروبار کرتی ہیں؟“

”جی! میں کاروبار زندگی کی بات کر رہی ہوں۔“

نیک بخت نے کہا، کیا میں آپ کے ہی کھاتے کا نمونہ لے سکتی ہوں؟“

انمول ماں نے کہا، ”یقیناً، اس کی تصویر اتا رہیں۔ آپ اسے اپنے مطابق استعمال کر لیں۔ جو

کچھ میں نے اپنی والدہ سے سیکھا ہے وہ خوشی سے آپ کو منتقل کر رہی ہوں۔ میں روزانہ کم از کم

ایک دفعہ اپنے اہداف پر نظر ڈالتی ہوں اور ہفتے کی شام ہم سب پیش رفت کا جائزہ لیتے ہیں۔“

”اگر آپ اجازت دیں، تو میں چند منٹ میں گول سینگ کر کے دکھانسکتی ہوں؟“

”یقیناً، میں کچن میں جا رہی ہوں۔ جب آپ اپنا کام مکمل کر لیں تو مجھے بلا لیتا۔“

نیک بخت نے نہایت تیزی سے کام مکمل کیا، تھوڑی دیر میں شگفتہ وابس آگئیں۔

”کیا آپ مزید سوالات پوچھنا چاہتی ہیں؟“

”صرف ایک سوال، آپ اپنے بچوں کو گول سینگ کیلئے شوق کیسے دلاتی ہیں؟“

اس سے پہلے کہ شگفتہ جواب دیتیں، ان کی نوسالہ بیٹی، ایشال، کمرے میں داخل ہوئی اور کہنے لگی،

”اماں، میں نے سکول کا کام ختم کر لیا ہے۔ کیا اب میں کچھ دیر کے لئے کھیل سکتی ہوں؟“

جیسے ہی وہ کمرے سے باہر جانے لگی تو نیک بخت نے اسے روک لیا اور پوچھا، ”کام ختم کر لیا

ہے، سے آپ کی کیا مراد ہے؟“



”جب بچے آنکھوں میں خواب سجا لیتے ہیں“

تو جوش اور جذبہ بیدار ہو جاتا ہے!

بچی نے جواب دیا، اودہ، یہ تو بہت آسان ہے! ”میں نے ریاضی کا ہوم ورک طے شدہ وقت میں کر لیا ہے، گول، ایک وعدہ ہوتا ہے جسے خاص وقت میں پورا کرنا ہوتا ہے۔“ بچی یہ جواب دے کر کھیلنے چل گئی۔

شگفتہ نے نہایت اشتیاق سے کہا، ”یہ بہت اچھا جواب ہے۔ میرے بیٹے اور بیٹیاں اپنی آنکھوں میں خواب سجا لیتے ہیں اور ان سے لطف اندوڑ ہوتے ہیں۔ پھر وہ باقاعدہ گول سینگ کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیسے رونما ہوتا ہے؟ یہ جانے کیلئے آپ کو سوچوں کی پروش، دیکھ بھال، نگہداشت اور اصلاح کے اگلے طریقے سکھنے کی ضرورت ہوگی۔“

نیک بخت نے اپنی گھری دیکھتے ہوئے کہا، ”وہ طریقے کیا ہیں؟“

شگفتہ مسکرا دیں، ”میرا خیال ہے آپ کل دوپہر میری بہن شاستہ کے ہاں کھانے پر مدعو ہیں، میں انہیں کہوں گی کہ وہ آپ کو دوسرا نے انمول طریقے بارے بتائیں۔“

پھر شگفتہ اپنی مہمان کو رخصت کرنے دروازے تک آئیں۔ نیک بخت نے شگفتہ کا شکریہ ادا کیا۔

شگفتہ کہنے لگیں، ”آپ جب چاہیں، مجھ سے ملاقات کر سکتی ہیں، آپ اپنے آپ کو بھی سے ہی ”انمول ماں“ سمجھ سکتی ہیں۔“

”یہ کوئی جلد بازی نہ ہوگی؟“

”جو آپ کرنا چاہتے ہیں، اُسے پہلے سے ہی سوچوں میں بسالینا مددگار ہوتا ہے۔ میں بھی اسی طرح اپنی سوچوں کو دھار لیتی ہوں۔“

”مثال کے طور پر؟“

”آپ تصور میں ایک رس بھرا لیمیوں اپنے

زبان پر نچوڑ تو منہ میں پانی

کیوں آتا ہے؟“

”کل میں نے پالک پنیر بنانا تھا لیکن اچانک پتا چلا کہ پنیر مستیاب ہی نہیں، بچے بتیں بنانے لگے۔“

”پھر آپ نے کیا کیا؟“

میں نے ہنسنے ہوئے بچوں سے کہا، ”پالک میں نے بنا دی ہے، پنیر آپ سوچوں میں دھار لیں۔“
دونوں خواتین نے قہقہہ لگایا!

نیک بخت نے کہا، ”لو بھلا ایسے بھی کبھی ہوتا ہے؟“

شگفتہ کہنے لگیں، ”اگر آپ تصور میں ایک رس بھرا لیمیوں اپنی زبان پر نچوڑ تو کیا منہ میں پانی نہیں آتا؟“

نیک بخت نے قہقہہ لگایا اور خواتین کی روایتی دروازے والی الوداعی میٹنگ اختتام کو پہنچی۔

نیک بخت رخصت ہوتے ہوئے ”کل دوپہر“ کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ وہ شاستہ کے ساتھ میٹنگ کا تصور کر رہی تھیں، کچھ کام قابل از وقت دھار لینے سے آسان ہو جاتے ہیں۔





”ہم اپنے اہداف اور مقاصد کو بار بار پڑھتے ہیں“

تاکہ وہ بیماری عادت ثانیہ بن جائیں!“

خلاصہ: انمول گول سینگ

گول سینگ زبردست متانج دیتی ہے جب:

- 1 گول سینگ سے قبل ہم اپنے مقصد حیات کا تعین کرتے ہیں تاکہ ہمارے گولز اور مقصد حیات میں تضاد نہ پیدا ہو۔
- 2 ہر فرد ذاتی گولز کے علاوہ فیملی گولز پر بھی بھرپور توجہ دیتا ہے۔
- 3 ہم میں سے ہر ایک فرد ایک کاغذ پر اپنے اہداف 100 الفاظ میں تحریر کر لیتا ہے تاکہ اسے دوبارہ پڑھنے اور جائزہ لینے میں تھوڑا وقت لگے۔
- 4 ہمارے گولز واضح ہوں اور ہمیں پتا ہو ہر ایک فرد اپنے ان اہداف کی کب اور کیسے تنظیمیں چاہتا ہے؟
- 5 ہم اپنے ان اہداف کو بار بار پڑھتے رہتے ہیں تاکہ یہ ہمارے انداز فکر میں شامل ہو جائیں اور ہماری عادتوں کا حصہ بن جائیں۔
- 6 ہم ان اہداف کا ایک منٹ میں جائزہ لے لیتے ہیں۔ ہم اپنے گولز پر نظر ڈالتے ہیں، پھر ہم اپنے روئیے اور طرزِ عمل کا جائزہ لیتے ہیں اور یقینی بناتے ہیں کہ ہمارا روئیہ اور طرزِ عمل، ہمارے گولز کے عین مطابق ہو۔
- 7 ہفتے میں ایک دن ہم سب اکھٹے ہو کر اپنے گولز کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم ان کی پیش رفت یا تنظیم کا جائزہ لے سکیں؟

”بچے خود اپنے ساتھ کئے ہوئے وعدے کیسے نبھا سکتے ہیں؟“

نیک بخت انمول ماں کی دوسری بیٹی کے گھر جا رہی تھیں۔ وہ گزشتہ رات حاصل ہونے والی معلومات کی سادگی پر غور کر رہی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھیں، ”یہ یقیناً بہت اچھا طریقہ ہے جس کے ذریعے بچے خود اپنے ساتھ کئے گئے وعدوں اور اپنی ذمہ داریوں کو کامیابی سے نجات دے سکتے ہیں۔“ شاستہ کے گھر کی طرف جاتے ہوئے نیک بخت حیران ہو رہی تھیں کہ انہوں نے دو پھر کے کھانے کا اہتمام تاخیر سے کیوں کیا ہے؟ اس کی وجہ انہیں جلد ہی معلوم ہو گئی۔ شاستہ نے انہیں بتایا کہ وہ دو بچوں، گیارہ سالہ جمیل اور چار سالہ فو قیہ کی نگهداریت میں مصروف تھیں۔ نیک بخت نے کہا، ”کھانے کے لئے مدد کرنے کا بہت شکریہ۔ امید ہے آپ مجھے بچوں کی حوصلہ افزائی اور اصلاح کے دوسرا انمول طریقے سے آگاہ کریں گی؟“

شاستہ کہنے لگیں، ”میں نے اپنے گھر میں خوشنگوار ماحول کیسے بنایا؟ یہ سب آپ کے ساتھ شیر کرتے ہوئے میں خوشی محسوس کر رہی ہوں۔“

”ہمکی چھلکی باتیں کرتے ہوئے دونوں خواتین اور بچوں نے بہت مزید ارکھانا کھایا۔“ پھر شاستہ بولیں، ”میرا خیال ہے کہ آپ میری والدہ سے مل چکی ہیں، وہ ایک بہترین خاتون ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، یقیناً..... آپ اپنی والدہ کو اس قدر کیوں پسند کرتی ہیں؟“

”جب بھی آپ بچوں کی سچی تعریف کریں گے تیر نشان پر لئے گا!“

”بہت سی باتیں ہیں۔ مجھے ہمیشہ سے ہی علم تھا کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ محبت کے بندھن میں ہیں۔ ہم بہنوں کو خاص طور پر علم تھا کہ والدہ ہم سے کیا توقعات رکھتی ہیں؟ ہم یہ بھی جانتی ہیں کہ ماں ہمیں بہت چاہتی ہیں۔ اُن کی موجودگی میں ہمیں ہمیشہ اچھا احساس ملتا ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کی بہن نے مجھے گول سینگ کے متعلق بتایا ہے،“
شاستہ نے کہا، اور اب میں انمول شاباش کے متعلق بتانا چاہ رہی ہوں۔“

نیک بخت نے کہا، ”انمول شاباش! کیا یہ بچوں کی پروارش کا دوسرا انمول طریقہ ہے؟“
”بالکل درست، دراصل تعریف و ستائش پر منی، یہ دوسرا انمول طریقہ بہت موثر ہے،“ شاستہ نے کہنا شروع کیا، ”یہ بہت سادہ طریقہ ہے۔ میری والدہ نے مجھے پہلے ہی بتایا تھا کہ جب کوئی کام ان کی تسلی کے مطابق کروں گی تو وہ میری تعریف کریں گی۔ ابتداء میں یہ طریقہ بچوں اور والدین کو تھوڑا عجیب لگتا ہے۔“

”عام طور پر والدین بچوں کے ساتھ روایتی طریقے استعمال کرتے ہیں،“ ویل ڈن، ویل ڈن واہ واہ، کیا بات ہے؟“ میری والدہ نے مجھے خبردار کیا تھا کہ وہ ہمیشہ ہی ایک کیساں اور معیاری طریقہ اختیار کریں گی۔ بعض اوقات میری والدہ پریشان ہو جاتیں یا پھر ان کے ذہن میں کوئی اہم بات ہوتی اور وہ تعریف کرنا بھول جاتیں۔“
”دوسرے الفاظ میں انمول ماں، ہم سب کی مانند ہیں، وہ غلطی کر سکتی ہیں۔“

”زیادہ تر والدین تاک میں رہتے ہیں کہ

وہ بچوں کو کوئی غلط کام ہوئے

رنگ ہاتھوں پکڑیں!“

شاستہ نے جواب دیا، ”بالکل! مگر جب جب بھی میری ماں نے تعریف کی، تیر ہمیشہ نشانے پر لگا۔“

”پلیز مجھے بتائیں! یہ طریقہ درحقیقت اس قدر منفید کیوں ہے؟“

شاستہ نے کہا، ”اہداف کا تعین کرنے کے بعد وہ میری کڑی نگرانی کرتیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کی والدہ کس وجہ سے کڑی نگرانی کرتیں تھیں؟“

”میری والدہ تاک میں رہتیں کہ کب میں کوئی کام درست یا غلط کرتی ہوں،“ شاستہ نے بات جاری رکھی، ”ہماری ماں اس لئے مدد کرتی تھیں کہ ان کے بچے باصلاحیت اور ذمہ دار ہو جائیں، پھر جب ہم اچھا کام کرتے تو وہ ہماری تعریف کرتیں۔ اکثر گھر انوں میں والدین زیادہ تر اسی تاک میں رہتے ہیں کہ ان کے بچے کب کوئی غلط کام کریں اور انہیں رنگ ہاتھوں پکڑیں۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”شاستہ، جب آپ بچوں کو کوئی صحیح اور اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتی ہیں تو پھر آپ کیا کرتی ہیں؟“

شاستہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا، ”میں ان کی فوری طور پر تعریف اور مدح سراہی کرتی ہوں۔“

نیک بخت نے کہا، ”آپ یہ بردست کام کیسے کر گزرتی ہیں؟“

”بچوں کی تعلیمی کار گردگی کا جائزہ لیتے ہوئے“

**خوف طاری کرنا کار آئندہ ریں رہتا اچھا
احساس آسانی پیدا کرتا ہے۔“**

شاستہ نے کہا، ”جب میں یہ دیکھتی ہوں کہ میرے کسی بچے نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو عمدہ اور صحیح ہے، میں اس کے پاس جاتی ہوں اور اس کی کمر میں اپنا بازو حاصل کر دیتی ہوں، اس کے چہرے کی طرف دیکھتی ہوں اور اسے دو باتیں کہتی ہوں، پہلی یہ کہ اس نے کون سا اچھا کام کیا ہے؟ اور دوسری یہ کہ میں اس کے متعلق کیا محسوس کر رہی ہوں؟ ہم دونوں کے درمیان خاموشی کا ایک لمحہ اسے یہ تادیتا ہے کہ میں اس کے متعلق کتنا اچھا محسوس کر رہی ہوں۔“

عین اس وقت دستک سنائی دی اور شاستہ کا بیٹا آہستہ آہستہ چلتا ہوا اندر آیا۔ شاستہ نے معدرت چاہی اور بچے سے پوچھا، ”جیل، کیا آپ کو سکول سے روپرٹ مل گئی ہے؟ مجھے دکھاؤ، میں آپ کی روپرٹ کا انتظار کر رہی تھی۔“

انہیں کوئی جواب نہ ملا۔

شاستہ دوبارہ بیٹے سے مخاطب ہوئیں، ”کیا آپ ٹھیک ہو، سکول میں سب اچھا ہے؟“
پھر ان کا بیٹا آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور روپرٹ کارڈ مان کو پکڑا دیا۔
شاستہ نے اس کا بغور مطالعہ کیا۔ بیٹے پر اضطراب طاری تھا۔ دو مضمایں میں اے گریڈ، تین میں بی گریڈ، ایک مضمون میں ڈی گریڈ۔ حساب میں ڈی گریڈ تھا۔ شاستہ کہنے لگیں، ”جیل!“ وہ ایک لمحے کیلئے چپ ہو گئیں۔ اور روپرٹ پر دوبارہ نگاہ ڈالی۔
خوش بخت گھر اگئیں اور سوچا، ”ابھی بم پھٹے گا!“

”اگر آپ بچے کی ذمہ داری پکڑ لیں گے تو وہ اپنی ذمہ داری چھوڑ دے گا!“

”بہت ہی شاندار!“، ماں نے نہایت گرم جوشی سے کہا، ”آپ نے دو مضمایں میں اے گریڈ اور تین مضمایں میں بی گریڈ حاصل کیا“، ماں نے بیٹھ کی کر میں اپنے بازو حمال کر دیئے اور کہا، ”مجھی! میں بہت خوش ہوں، آپ نے اچھی کامیابی حاصل کی ہے!“

جمیل ماں کے گلے لگ گیا اور قدرے خوفزدہ ہو کر پوچھا، ”میں تھوڑی دیریا ہر کھلینے جا سکتا ہوں؟“، ”جو بچہ اپنے امتحان میں اے اور بی گریڈ حاصل کرتا ہے وہ کھلینے باہر جا سکتا ہے۔“

بچے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ اپنی ماں کو ”شکریہ“ کہہ کر غائب ہو گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ بچہ جلدی سے دوبارہ واپس آیا اور کہنے لگا، ”ماں! مجھے آپ سے پیار ہے۔“

نیک بخت نے حیرت زدہ ہو کر یہ سب ماجرا دیکھا، پھر کہنے لگیں، ”میں کچھ سمجھنیں سکی، آپ کے بیٹھے نے ایک مضمون میں ”ڈی“، گریڈ حاصل کیا اور آپ خوش ہیں؟“

”ہاں! میں بھی اس لئے گھبرا رہی ہوں کہ اس نے ”ڈی“ گریڈ حاصل کیا۔“

نیک بخت جلد ہی سمجھیدہ ہو گئیں اور کہا، ”تاریخ کے مضمون میں ڈی گریڈ حاصل کرنے پر آپ نے اسے کچھ نہیں کہا، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ اپنے بچے کی پڑھائی بہتر بنانے کے لئے دباو ڈالیں!“

شاکستہ نے جواب، ”نہیں! یہ میرے بچے کی ذمہ داری ہے، اگر میں اپنے بچے کی ذمہ داری پکڑ لوں تو وہ اسے چھوڑ دے گا۔ اپنے بچوں میں زندگی کی سمجھ بوجھ اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا میری ذمہ داری ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”آپ یہ سب کیسے کر گزرتی ہیں؟“



”آپ بچوں سے ایسے سوال گریں“

جن میں جواب چھپے ہوں!“

”بچوں میں ذمہ داری پیدا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں سمجھا دیا جائے کہ ذمہ داری کے ساتھ ہی خوشی مسلک ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”کیا آپ اسے واضح کریں گی؟“

شاکستہ نے جواب دیا، ”آپ نے ابھی ابھی دیکھا میرا بیٹا، اپنے امتحان میں ”اے“ اور ”بی“ گریڈ حاصل کرنے پر خوش ہے، میں بھی خوش ہوں۔ وہ تمام دن کھیلے گا اور لطف اٹھائے گا۔ وہ آج گھر کا کوئی کام بھی نہیں کرے گا، آج خوشی منانے کا دن ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کا مطلب ہے احساس ذمہ داری کو خوشی سے مسلک کر دیں تو بچے خود خود کام کریں گے، کسی کو کوئی ضرورت نہیں کہ انہیں مجبور کرے۔“

شاکستہ نے کہا، ”کام سے خوشی حجم لے لگی تو جوش بڑھتا رہے گا۔ چونکہ مجھے اگلے سوال کا اندازہ ہے، میں اس کا بھی جواب دے دیتی ہوں۔ بھلا میں گریڈ ڈی کے متعلق کیا کروں گی؟“ شاکستہ نے اپنی بات جاری رکھی، ”جس طرح سفر اطا اپنے شاگردوں سے سوال پوچھ کر ان کے دماغ روشن کرتا تھا، اس طرح میں بھی اپنے بچوں سے کچھ سادہ سوال پوچھتی ہوں۔ میں جیل سے پوچھوں گی کہ وہ اپنے اے اور بی گریڈوں کے متعلق کیا محسوس کرتا ہے؟ حساب میں وہ کونسا گریڈ حاصل کرنا چاہے گا؟ کیا اسے خوشی ملے گی؟ کیا وہ اس خوشی کیلئے محنت کی سرمایہ کاری کیلئے تیار ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔“

نیک بخت نے کہا، ”کیا آپ یہ کام شام سے پہلے الگ ملاقات میں کریں گی؟“

”سب کچھ اچھے احساس کے ارد گرد گھومنتا ہے،
اچھے احساس کو مٹھی سے ریت کی طرح نکالنے
نہ دیں! اسے مضبوطی سے نہام رکھیں!“

شاہستہ نے اثبات میں سر ہلاایا اور کہا، ”میں فوری طور پر اس کا ذکر کر کے رنگ میں بھگ ڈالنا
نہیں چاہتی، پھر کہا، ”اس ضمن میں آپ کا اندازہ کیا ہے؟ جبیل کیا کہے گا؟“
نیک بخت کہنے لگیں، ”جب وہ اچھے گرید حاصل کرتا ہے تو وہ اچھا محسوس کرتا ہے، لہذا مجھے
یقین ہے کہ وہ حساب میں بھی بہتر گرید حاصل کرے گا، سب کی طرح اُسے بھی کامیابی کا
احساس اچھا لگتا ہوگا۔“

شاہستہ نے کہا، ”چی بات ہے! اس کا رد عمل یہ ہوگا ”لوگو! میرے آئندہ ابجھ کام کے منتظر
رہو!“

نیک بخت مسکرائیں۔ شاہستہ نے بات جاری رکھی، ”جب بچے اچھا کام کرتے ہیں، اور ان کا
یہ کام نظروں میں آ جاتا ہے تو پھر وہ مزید اچھا کام کرتے ہیں۔ خوشنگوار احساس سے سرشار
بچے بہتر اور اچھا رہو یہ اپناتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”پھر وہ آپ کے لئے کام نہیں کرتے، اپنے لئے کام کرتے ہیں۔“
ہاں! ”اور یہ اصول بچوں کی اصلاح میں ایک اہم اصول ہے۔ جب وہ حساب میں اے
گرید حاصل کرنے کا ہدف مقرر کرے گا تو میں اس معاملے میں اپنے بچے کی مدد کروں گی
لیکن میرا اصل کام کچھ اور ہے۔“

نیک بخت بولیں، ”آپ کا اصل کام کیا ہے؟ کہاںی کوئی نیا موڑ لے رہی ہے؟“

”بم سب کو اور بجou کوکیا چاہیے؟“

بس اک نفس مطمئن!“

شاستہ نے جواب دیا، ”ہمارا اصل کام اس کا زاویہ نگاہ بدلتا ہے۔“

”تو کیا میرا شک ٹھیک تھا؟ آپ مجھے چونکا نے جا رہی ہیں؟“

شاستہ نے کہا، ”ہم نے حساب بارے بچ کی غلط فہمی دور کرنی ہے اور یہ ایمان پیدا کرنا ہے کہ وہ دوسرا مضمون کی طرح حساب میں بھی اے گریڈ لے سکتا ہے۔“

”اور ایسا کس طرح کریں گے؟“ نیک بخت نے پوچھا۔

”جب وہ حساب کے مضمون پر زیادہ توجہ دے گا تو میں اُسے انمول شاباش دوں گی، شاستہ نے بات جاری کر لی، ”میں حساب میں کمزوری پر اُسے طعنہ نہیں دوں گی۔“

”تو یہ ہے، انمول شاباش“، پھر نیک بخت رُکیں اور پوچھا، ”تیسرا انمول طریقہ کیا ہے؟“ شاستہ کو نیک بخت کی پیتابی پر ہنسی آگئی، وہ کرسی سے اٹھیں اور کہنے لگیں، ”آپ میری چھوٹی بہن رخشندہ سے کیوں نہیں پوچھتیں؟ آخراً آپ انہی سے ملنے جا رہی ہیں!“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کے قبیلی وقت کا بہت بہت شکر یہ“

شاستہ بولیں، ”جب سے میں انمول ماں بنی ہوں، وقت کی کوئی کمی نہیں ہے۔“ نیک بخت سوچ رہی تھیں، ”ثریا کی بیٹیاں کتنی مطمئن زندگی بسر کر رہی ہیں۔ نفس مطمئن سے بڑھ کر اور آپ کو کیا چاہیے؟“ راستے میں انہوں نے فون کر کے رخشندہ کے ساتھ اپنی ملاقات کا وقت تبدیل کیا، وہ پہلے خود کوئی کھوچ لگانا چاہتی تھیں۔

”شاباش سے ہم سب کا دل اپنی ذات کیائے“

فخر سے لبریز ہو جاتا ہے!

انمول شاباش اس وقت کا رگر اور مفید ثابت ہوتی ہے، جب:

- 1 ہم بچوں کو پہلے بتادیتے ہیں کہ جب وہ اچھا کام کریں گے تو ہم انہیں شاباش دیں گے۔ پھر ہم اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب نچے اچھا کام کرتے ہیں؟
- 2 ہم اپنے بچوں کو واضح طور پر بتادیتے ہیں کہ انہوں نے کیا اچھا کام کیا؟
- 3 ہم اپنے بچوں کو بتاتے ہیں، ان کے بہتر اور اچھے رویوں کے باعث ہمارے جذبات اور احساسات کیا ہیں؟ ہم ان کی تعریف کرنے کے بعد چند لمحات توقف کرتے ہیں تاکہ وہ ہمارے خونگوار جذبات کو محسوں کر لیں۔
- 4 پھر ہم انمول شاباش کے بقایا کام نپاتتے ہیں، ہم انہیں بتاتے ہیں کہ ہم ان سے پیار کرتے ہیں اور انہیں گلے لگاتے ہیں۔
- 5 ہم اپنے بچوں سے اپنے ساتھ بھی بھی سلوک کرنے کیلئے کہتے ہیں، جب وہ دیکھیں کہ ہم کوئی اچھا کام کر رہے ہیں تو ہمیں بھی شاباش دیں۔
- 6 انمول شاباش میں اگرچہ محض ایک منٹ لگتا ہے، لیکن اس کے اثرات بہت دیر تک رہتے ہیں۔
- 7 ہم جانتے ہیں جو کچھ ہم کر رہے ہیں، وہ بچوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے تو ہمارا دل اپنی ذات کیلئے فخر سے لبریز ہو جاتا ہے۔

”بچوں کی اچھی پرورش چاہنے کا نریں سیکھنے کا کام ہے!“

ہفتے کی صبح نیک بخت، انمول ماں کے پڑوس میں ماؤں ناؤں گئیں۔ وہ گھنے درختوں کے سامنے میں چلی جا رہی تھیں۔ وہ ایک خوبصورت صبح سے بھر پور لطف اٹھانا چاہتی تھیں۔ وہ ایک گھر کے سامنے کھڑی ہو گئیں، اور دروازے پر دستک دی۔ ایک صاحب دروازے پر آئے۔ نیک بخت نے کہا، ”میں ایک اچھی اور کامیاب ماں بننے کے گرسیکھ رہی ہوں۔ اس سے قبل میں اونچ شریا سے بات کرچکی ہوں جنہیں آپ لوگ انمول ماں کہتے ہیں، اور ان کی بیٹیوں سے ملاقات کرچکی ہوں۔“

انہوں نے اپنا تعارف شیخ مصروف علی خان کہہ کر کرایا، ”آپ کیا جاننا چاہتی ہیں؟“
 نیک بخت نے کہا، ”صاف بات تو یہ ہے کہ میں کچھ باتیں جاننا چاہتی ہوں۔ آپ پڑوسی ہیں، ان بچوں کی پرورش کے بارے بہت کچھ جانتے ہوں گے؟“
 ”میں بھی ان بچوں کے ساتھ بڑا ہوا، میں انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔“
 ”یہ بچے کیسے ہیں؟ کیا وہ واقعی لا جواب بچے ہیں یا بس باتیں بنی ہوئی ہیں؟“

”وقت کی کمی ایک براہانہ ہے،
دراصل وقت ایک الائسٹک بیک ہے!
اس میں ہر چیز سعاجاتی ہے!“

”یہ بچے بہت ہی چاک و چوبند اور دلچسپ تھے۔ مجھے اب وہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی یاد آ رہی ہیں جو روزانہ ہماری نظروں کے سامنے ہوتی تھیں۔ ان کی زندگی میں بالچل بہت تھی، وہ انہیں زندگی کی علامت سمجھتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ محلے کے بزرگوں سے با�یں کرتے رہتے تھے۔ وہ ہر دم کچھ نہ کچھ سیکھ رہے ہوتے تھے۔ جب میں ماضی پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ بچے واقعی ”کچھ خاص“ تھے۔“

نیک بخت نے کہا، ”مجھے یہ بتائیں کیا یہ بچے کبھی مشکل کاشکار ہوئے؟“
مصطفوف علی خان نے کہا، ”یقیناً! یہ لوگ مشکلات کا نشانہ بھی بنے،“ خاص طور پر ان کے دونوں بیٹوں نے بہت مشکل دن دیکھے، مجھے زیادہ تفصیل معلوم نہیں۔ کاش میں ان سے کچھ سیکھتا لیکن میرے پاس وقت ہی نہ تھا۔ مصطفوف علی کہنے لگے، ”اگر میں ان سے میل جوں رکھتا تو میں بھی کامیاب انسان بن جاتا!“

نیک بخت مسکرا میں اور کہنے لگیں، ”فکر نہ کریں میں سب کچھ آپ کو بتا دوں گی۔“

نیک بخت نے شیخ مصطفوف علی کا شکر یہ ادا کیا اور رخصت ہو گئیں۔

آسمان پر کالے بادل گرج رہے تھے، ان کے بر سے سے پہلے وہ تیر تیز قدموں کے ساتھ پارکنگ لاط میں کھڑی کار نکل پہنچا چاہتی تھیں۔ چند لمحوں میں بڑے بڑے چھینٹے پڑنے لگے۔



”غلطی کرنے میں کوئی درج نہیں، غلطی دہراتے“

”رہنے سے زندگی خراب ہوتی ہے!“

نیک بخت رخشندہ کے گھر پہنچیں تو ان کا پرتاپ خیر مقدم کیا گیا۔ رخشندہ خاوند سے علیحدہ ہو چکی تھیں۔ ان کا ایک نو عمر بیٹا اور بیٹی تھی اور رخشندہ اعلیٰ ملازمت کر رہی تھیں۔ کافی سے لطف اندوز ہونے کے بعد دونوں خواتین نہایت اطمینان سے بیٹھ گئیں۔

رشندہ نے بات چھیڑی، ”آپ امی جان سے ملاقات کر چکی ہیں، وہ ایک مکمل ماں ہیں۔“

نیک بخت کو یہ تبصرہ سن کر قطعی حیرت نہ ہوئی۔ انہوں نے اثاثت میں سر ہلا دیا۔ رخشندہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”میرا خیال ہے آپ مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں؟ آخراً آپ کو کس چیز کی تلاش ہے؟“

نیک بخت نے کہا، ”میں سچائی کی تلاش میں ہوں، مل میری ملاقات آپ کے پرانے پڑوی سے ہوئی۔ وہ آپ بہن بھائیوں کو جانتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا آپ بہن بھائی کبھی کبھی غلطیاں کرتے تھے اور پھر آپ کبھی بھی وہ غلطیاں دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ کیا یہ زبردست رویا آپ کی والدہ کی تربیت کا نتیجہ تھا؟“

رشندہ نہ کر کہنے لگیں، ”آپ مصروف بھائی کی بات کر رہی ہیں؟“

نیک بخت نے کہا، ”ہاں! وہ آپ بہن بھائیوں کی تعریف کر رہے تھے، خاص طور پر آپ کے بھائیوں کی مشکلات کا ذکر بھی کر رہے تھے، لیکن وہ اپنے آپ کو ناکام کہا رہے تھے، کیا آپ اپنی یادداشت ٹھوک کر مجھے کچھ بتا سکتی ہیں؟“

**”نکتہ چینی، تنبیہ اور اظہار ناراضی کے
دوران جو منفی جذبات اور رنجش پیدا
ہوتی ہے، اسی نشست میں اس کا
ازالہ ضروری ہے۔“**

رخشدہ نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، ”بہت آسانی سے، یہ کوئی بھولنے والی بات ہے بھلا؟“
مصروف بھائی میرے چپا کے بیٹھے ہیں اور میری امی سے بہت مشاہر ہیں، ہمیشہ کہتے تھے، بس
ڈرامیں فارغ ہو جاؤں تو آپ سے بہت کچھ سیکھوں گا لیکن وہ فارغ ہوئے اور نہ ہی امی
کے قابو آئے، بس ہم بہن بھائیوں کی شامت آتی رہتی تھی۔“

نیک بخت نے چونک کر کہا، ”سچ میں آپ کی امی بہت سخت تھیں؟“
رخشدہ بولیں، ”امی کی محبت بھری گرفت بہت مضبوط ہے، ویسے وہ لکھن ملائی ہیں۔ جب
کبھی میں کوتاہی کرتی تو امی پہلے تمام حقائق کی تصدیق کرتیں اور پھر وہ سمجھدی گی سے نظر ثانی
کیلئے کہتیں!“

نیک بخت کے منہ سے نکلا، ”کیا؟ یہ بچوں کی اصلاح کا تیسرا انمول طریقہ ہے؟“
رخشدہ نے کہا، ”بالکل درست! یہ بچوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے، جو دیگر رشتہوں میں
بھی کارآمد ہے۔ یہ طریقہ ماحول کو سازگار رکھتا ہے کیونکہ اس سے کسی کی دل شکنی نہیں ہوتی۔ نکتہ
چینی، اظہار ناراضی، سرزنش یا تنبیہ کے دوران جو منفی جذبات اور رنجش پیدا ہوتی ہے اسی
نشست میں اس کا تدارک کر دیا جاتا ہے۔“
”کچھ اس کی تفصیل بتائیں، آخر اس میں کیا جادو ہے؟“

”اظہار ناراضی کے دوران فضا میں بے چینی پیدا“

ہوتی ہے۔ فضا کو دوبارہ سازگار بنانا

اظہار ناراضی کا آخری اہم حصہ ہے۔“

رخشدہ نے کہا، ”یہ نہایت سادہ اور آسان ہے! پہلے تو یہ کہ میری والدہ نے مجھے پیشگی بتا دیا تھا کہ جب بھی میں کوئی کوتاہی کروں گی یا میرا رو یہ ان کیلئے قبلاً قبول نہ ہو گا تو وہ مجھے ٹھیک سے بتا دیا کریں گی، کیونکہ ہمارا کیا دھرا ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”آخر آپ کی والدہ کرتی کیا تھیں؟“

رخشدہ کہنے لگیں، ”جیسے ہی میری والدہ کو معلوم ہوتا کہ میں نے کوئی کوتاہی کی ہے، وہ مجھے گھر کے کسی الگ تھلک کمرے میں لے جاتیں، پھر وہ براہ راست میری آنکھوں میں دیکھتیں اور میں سینڈ کے اندر اندر واضح طور پر بتا دیتیں کہ میں نے کیا غلط کیا ہے؟ پھر وہ مجھے صاف صاف بتا دیتیں کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہیں؟ غصہ، مایوسی، افسوس، یا جو بھی اُن کا احساس ہوتا۔ وہ براہ راست میرے چہرے کی طرف رخ کر کے کہتیں، ”میں ناراض ہوں، میں غصے میں ہوں، وہ جذباتی انداز میں مجھے اپنے احساسات سے آگاہ کرتیں اور پھر وہ چند لمحات کے لئے خاموشی اختیار کر لیتیں، آپ سمجھ لیں تقریباً 5 سینڈ۔“

”ان کا ظہار ناراضی کتنی دیر جاری رہتا؟“

”صرف میں سینڈ لیکن بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا کہ صدیاں بیت گئیں۔“

نیک بخت نے پہلو بدلا، ”اس کے بعد کیا ہوتا؟“

”اختلاف بات چیت کرتے ہوئے سب سے مشکل مرحلہ
وہ ہوتا ہے جب موڈ خراب ہو جاتا ہے اور جذباتی
بیوٹرن لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”میری والدہ خود کو پر سکون کرنے کے لئے ایک گھر اسنس لیتیں، پھر وہ اپنا ہاتھ میرے
کندھے پر رکھتیں جیسے وہ مجھے اپنا رہی ہوں، پھر جب وہ بولتیں تو ان کے لہجے میں تجھی کی
بجائے مٹھاں ہوتی، وہ ایک طرح سے جذباتی بیوٹرن لیتیں اور مجھے بتادیتیں کہ میں نے
کوتا ہی کی لیکن میری ذات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ وہ مجھے یاد دہانی کرادیتیں کہ میری^۱
شخصیت بہت ہی پیاری اور زبردست ہے۔ پھر وہ مجھے نہایت پیار سے گلے لگاتیں اور کہتیں،“
”ڈوڈی، میں آپ سے پیار کرتی ہوں! میرا آپ سے روٹھ جانے کا کوئی امکان نہیں! اور یہ
باتیں وہ چند سینٹ میں کر گزرتیں،“

نیک بخت نے کہا، ”کیا آپ کی غلطی آپ سے الگ کوئی چیز ہے؟“
رخشنده نے بات جاری رکھی، ”غلطی ایک وقت رویہ ہے اور اسے بدلا جاسکتا ہے، جبکہ ذات
میں نقص مستقل بے اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ میری شخصیت کو برانہ کہتیں بلکہ صرف
میری کوتا ہی کو نشانہ بناتیں۔ یوں مجھے اپنا دفاع کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ میں اپنی
غلطی سے انکار کی کوشش ہی نہ کرتی۔ میں لوگوں کو اپنی غلطی کا قصور وار ٹھہراتی اور نہ ہی کوئی
ہیانے بازی کرتی۔ اس ساری مشق منافع یہ ہوتا کہ مجھے نئے سرے سے معلوم ہو جاتا کہ وہ
مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔“

نیک بخت نے گردگائی، ”آپ کو بالکل رُوانہ گلتا؟“

”بِمِ روایتی طریقوں کی دلدل میں پہنسے

ہوتے ہیں، نئے طریقوں کیلئے ایک

بڑی جست کی ضرورت ہوتی ہے“

رخشیدہ نے گھری سانس لی اور بتانا شروع کیا، ”جب میں چھوٹی تھی اور میری والدہ نے پہلی دفعہ مجھے ڈانٹ پلانی تو مجھے بہت بُرا لگا، اور میں نے اپنی والدہ سے لڑائی کی۔ میں اپنی والدہ کو ہر ممکن طور پر روکنا چاہتی تھی کہ وہ میرے ساتھ یہ طریقہ استعمال نہ کریں۔ میں نے اپنے ہاتھ کا نوں پر رکھ لئے، میں کمرے سے باہر نکل گئی، اور ہنسنے لگی اور میں نے ایسی اداکاری کی کہ جیسے مجھے کچھ پرواہ ہتی نہیں ہے۔ لیکن والدہ نے بھی میرا تعاقب کیا، میرے ہاتھ میرے کا نوں پر سے ہٹا دیئے، میرے پیچھے پیچھے کمرے تک چل آئیں، ہر ممکن طریقہ اپنایا لیکن انہوں نے اپنی بات پوری کی۔ میں نے ان کی گفتگو کے دوران یہ بتانے کی بہت کوشش کی کہ میرے بُرے روئیے کی وجہ کیا تھی؟“

نیک بخت نے کہا، ”یعنی آپ نے اپنے دفاع کی بھر پور کوشش کی؟ پھر آپ کی والدہ نے کیا کیا؟“

**”انمول نظر ثانی میں بچھ کا گردار
بس ساعت کی حد تک ہوتا ہے!“**

میری والدہ نے مجھے واضح طور پر بتا دیا جب میں نظر ثانی کی اپیل کروں تو اس دوران مجھے صرف اُن کی بات کو سننا ہے۔ یہ مذکورات کا موقع نہیں ہے، انہوں نے مجھے بتایا کہ چند گھنٹوں بعد یا اگلے دن میں ان کے پاس آ سکتی ہوں اور اس موضوع پر ان کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہوں۔ لیکن نظر ثانی کی اپیل کے دوران مجھے نہیں بولنا۔ اگرچہ وہ ہمیشہ یہی کہتی تھیں کہ، ”کسی کو اپنی بات سنانے کا بہترین طریقہ ہے کہ اس کی بات سنی جائے پر یہاں ان کے رویے میں کھلا تضاد تھا۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”تو پھر اس بارے میں اُن کا موقف کیا تھا؟“

”بھاری شخصیت اور رو یہ الگ چیز یں“

ہیں، انہیں اپس میں کڈمڈ کرنے
سے ٹکڑے کوٹالہ ہو جاتا ہے۔“

”بہر حال! جب بھی میں نے بعد میں اس مسئلے پر ان سے بات کرنے کے متعلق سوچا، مجھے محسوس ہوا کہ ان کا موقف ٹھیک تھا۔ لہذا میں نے ان سے اس ضمن میں شاید ہی کبھی بات چیت کی ہو۔ ان کے روئے سے مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ اس انمول طریقے میں، بچے کا کردار بس سننے کی حد تک ہے۔ ویسے میں جب چاہوں، کسی بھی موضوع پر ان کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہوں۔ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ میری شخصیت کو نہیں میرے روئے کو روکہ رہی ہیں، تو پھر میں نے اپنے روئے کا دفاع کرنے کی کوشش ترک کر دی۔ خود میں نے بھی جب اپنے بیٹھ پر کنٹھ چینی کی یا رویہ بدلنے کیلئے کہا، میں نے اس کی شخصیت پر نشانہ بازی نہیں کی، میں نے ہمیشہ چاہا کہ اس کا اپنی شخصیت پر بھروسہ اور اعتماد بحال رہے۔“
نیک بخت نے کہا، ”کیا آپ سرزنش کے حوالے سے کوئی ایک مثال دے سکتی ہیں؟“

**”بچوں کو گوستے رہنا بے بسی کی علامت ہے!
اس طرح والدین روئی ہو جاتے ہیں!“**

رخشدہ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا، ”یقیناً! میری اپنے خاوند سے طلاق ہوئی تو 16 سالہ عرفان نے رنج کا اظہار کیا۔ یہ میرے لئے بہت مشکل دور تھا، تاہم اگر میں ان طریقوں میں سے کوئی بھی نہ جانتی تو معاملات میرے ہاتھ سے نکل جاتے اور میرا بیٹا بہت بگڑ جاتا۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”اگر آپ دلی طریقے استعمال کرتیں تو آپ کیا کرتیں؟“

رخشدہ بولیں، ”وہ جب بھی رات گئے لوٹا میں ”بے عزتی پروگرام“ شروع کر دیتی!“

نیک بخت نے تجسس سے پوچھا، ”آپ اسے کیا کرتیں؟“

رخشدہ نے کہا، ”میں اپنے بیٹے کے پاس جاتی اور اس سے کہتی، تم بہت بے غیرت ہو، کبھی میری بات نہیں سنتے، تم مجھ سے پوچھے بغیر کار لے جاتے ہو، اس وقت رات کے بارہ نجح چکے ہیں، اور تم اب گھر آئے ہو۔ جب میں تم سے بات کرتی ہوں تو تم الٹا میرے ساتھ بکواس شروع کر دیتے ہو۔ تمہارا رویہ نا قابل برداشت ہے، تم کہیں دفع دو رکیوں نہیں ہو جاتے؟ میری جان کھا گئے ہو تم! رات بھرنیدن نہیں آتی میری گاڑی کا پڑا غرق کر دیا ہے، تم

کب میری جان چھوڑو گے؟“

نیک بخت نے پوچھا، ”آپ نے یہ ساری باتیں اُس سے کہیں؟“

رخشدہ نے جواب دیا، ”میں نے ان میں سے کوئی بات بھی نہ کی۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”تو پھر آپ نے کیا کیا؟“

”جب ہم اپنے بچوں کو چھوٹے
ہیں تو اس کا مطلب وہ یہ لیتے
ہیں کہ ہم ان سے پیار کرتے ہیں!“

”میں اُسے علیحدہ کمرے میں لے جاتی، اُسے صرف اتنا کہتی کہ آپ رات کو دیر سے آتے ہو اور میری مرضی کے خلاف میری گاڑی استعمال کرتے ہو، اس سے میں بہت پریشان ہوں۔ میں آپ کے بارے میں فکر مند ہوں اور آپ سے بہت ناراض ہوں کیوں کہ آپ ایسا رویہ اختیار کر رہے ہو جو میرے لئے قابل قبول نہیں“، رخشندہ نے بات جاری رکھی، ”میں اپنا غصے والا پچھہ چند ثانیے براؤ راست سامنے رکھتی اور پھر کچھ لمبے توقف کرتی تاکہ وہ میری کیفیت سمجھ سکے؟ پھر میں خود کو پرسکون کرنے کے لئے ایک گہر انسان لیتی اور اپنا الجہ نرم اور آواز ڈھینی کر لیتی، میں اپنے بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیتی تاکہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس سے پیار کرتی ہوں اور اس سے کہتی، ”آپ کی شخصیت، آپ کے اس رویے سے بہت بہتر ہے۔ آپ باصلاحیت بچے ہوں، پلیز اپنے رویے پر نظر ثانی کرو میرے دل میں آپ کی بہت قدر ہے، اور میں آپ سے پیار کرتی ہوں!“ اور پھر اسے گلے لگا لیتی، تاکہ اُسے پتا چل جائے کہ سر زنش ختم ہو چکی ہے۔“
نیک بخت نے کہا، ”پھر کیا ہوا؟“

”ابتداء میں وہ یکسو ہو کرنے بیٹھتا، وہ بجھ سے پرے ہو جاتا یا باہر چلا جاتا۔ بعض اوقات وہ میری بات کاٹ دیتا اور یہ ظاہر کرتا کہ وہ کچھ بھی سن نہیں رہا ہے۔“
”پھر آپ کیا کرتیں؟“

”انمول طریقوں پر عمل کرنے کیلئے لازم ہے کہ آپ کو اپنے موڈ اور مزاج پر قابو ہو!“

رخشندہ نے جواب دیا، ”میں اپنی بات مکمل کرتی، اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تو میں اپنے کمرے میں چل جاتی، میں ہر رات یہی عمل ڈھرا تی۔ چند دنوں کے اندر اندر بیٹھا گھر جلد آنے لگا اور گاڑی لے جانے کی ضد چھوڑ دی۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”کیا واقعی؟ آپ سنجیدہ ہیں؟“

رخشندہ نے جواب دیا، ”قطیع طور پر سنجیدہ اور حقیقت، میں نے اچھے نتائج حاصل کئے، یہ بہت سنجیدہ معاملہ تھا۔ میں نے اس کی ذات کو شانہ نہیں بنایا بلکہ اس کے رویے کی اصلاح کی۔“

نیک بخت کہنے لگیں، ”اب مجھے کچھ کچھ سمجھا آنے لگی ہے، نظر ثانی کی اپیل کے دوران سپاٹ لائٹ رویے پر رکھی جاتی ہے، اور شخصیت کو بیرے احساس سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ شاندار طریقہ ہے، کیا یہ عمل صرف ایک منٹ پر میخت ہے؟“

رخشندہ نے جواب دیا، ”کم و بیش اتنا ہی وقت، اور جب یہ ختم ہو جاتا تو پھر میں اس کے متعلق ذکر بھی نہیں کرتی۔ انمول نظر ثانی زیادہ دیر جاری نہیں رہتی، لیکن میں آپ کو ضمانت دے سکتی ہوں کہ یہ کبھی نہیں بھلوتی اور پچھے عموماً یہ غلطی دوبارہ نہیں کرتا۔“

نیک بخت نے بات آگے بڑھائی، ”مجھے حیرت ہے، کیا انمول ماں کبھی غلطی بھی کرتی ہے؟“

”انمول ماں بننے کیلئے حسِ مزاج

برقرار رکھنا ضروری ہے!

رشدہ کھلا کر نہیں اور کہنے لگیں، ” بلاشبہ، وہ بھی غلطی کر جاتی ہیں، یہ ان کے کردار کا ایک ایسا حصہ ہے جس کے باعث ہم سب انہیں بہت پسند کرتے ہیں۔“

”وہ غلطی کرتی ہیں اور ان کے کردار کا یہ حصہ آپ کو بہت اچھا لگتا ہے، میں کچھ سمجھی نہیں! کوئی مثال دے کر سمجھائیں تو شاید کچھ پلے پڑے!“

رشدہ نے کہا، ” بعض اوقات ہماری والدہ ”انمول نظر ثانی“ کا آخری حصہ بھول جاتیں! جب بھی ایسا ہوتا، ہم انہیں یاد دلاتے۔ ہم یقیناً انمول نظر ثانی کے آخری حصے کو بہت پسند کرتے! لیکن میرے بھائیوں کے ساتھ گھمییر معاملات طے کرتے کرتے وہ آپ سے باہر ہو جاتیں اور انمول نظر ثانی کے آخری حصے میں یوڑن لینا انہیں بہت مشکل لگتا۔“

”اور پھر آپ کی امی کیا کرتیں؟“

”وہ بنس پڑتیں اور کہتیں وہ اس قدر رغبے میں تھیں کہ آخر میں گلے لگانا اور پیار کرنا بھول گئیں۔ پھر وہ اپنی غلطی کی تلافی کر دیتیں۔ وہ کہتیں کہ ان کے بچے ایک قسمی اشاعت ہیں اور وہ ان سے بہت پیار کرتی ہیں۔ وہ اس قسم کے الفاظ اس وقت تک کہتی رہتیں جب تک ہم انہیں یہ نہ کہتے، ” اچھا امی جان، سب ٹھیک ہے ہم سمجھ گئے، ہم سمجھ گئے۔“

نیک بنت نے بس کر کہا، ”انمول ماں بننے کیلئے حسِ مزاج کو برقرار رکھنا ضروری ہے! میں جاننا چاہوں گی کہ وہ گھمییر معاملات کیا تھے؟ اور وہ آپ سے باہر کیوں ہو جاتی تھیں؟“

”انمول طریقے نا صرف بچوں کے عمومی مسائل
میں کارگر ہیں بلکہ نشے جیسے ٹھہریں مسائل
میں بھی معجزہ دکھاتے ہیں۔“

رخشنده نے بات شروع کی، ”درالص میرے دونوں بھائیوں کو منشیات کی لوت لگ گئی تھی اور وہ پڑھائی چھوڑ بیٹھے تھے۔ وہ ہمہ وقت آوارہ دوستوں کے ساتھ پھرتے رہتے اور اُمی جان بہت اپ سیٹ ہوتی۔..... آپ میرے بھائیوں سے کیوں نہیں مل لیتیں، گھوڑوں کے منہ سے بات سننے کا اور ہی مزہ ہے۔ یوں آپ کو یہ بھی پتا چل جائے گا کہ ان طریقوں کا استعمال ”ہیوی ڈیوئی“ معاملات میں بھی کیا جاسکتا ہے۔“
نیک بخت کارگنگ فتح ہو گیا وہ کہنے لگیں، ”نہیں! مجھے ان سے ملنے کی ضرورت نہیں۔“
رخشنده نے کہا، ”خیریت ہے! آپ پریشان کیوں ہو گئیں؟“

”اپنی غلطی کو تسليم کرنا اور اس پر ہنس بول

لینا فرم و فراست کی علامت ہے!

”میرا ایسے مسئللوں سے کوئی واسطہ پڑنے والا نہیں، آپ حس مزاح کے بارے میں کچھ بات کر رہی تھیں، وہ بتا کیں۔“

رخشندہ نے اثبات میں سر ہلا کیا اور کہنے لگیں، ”ہماری والدہ کہا کرتی تھیں، ایک ماں کے لئے اپنی فہم و فراست برقرار کھنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی غلطی کو خوش دلی سے تسليم کرے اور اس پر ہنس بول سکے۔“

تقریباً اس وقت نیک بخت کوپنی کی آواز سنائی دی، انہوں نے کہا، ”آپ کا بیٹا دوستوں کے ساتھ ہنس کھیل رہا ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ بات کر لوں تو آپ مرنے کی آنکھیں منا کیں گی؟“ ”نهیں قطعی نہیں! ہمارے گھر میں سب کو با تین کرنے کی آزادی ہے، آپ کو علم ہے کہ کسی نے کہا تھا، ایک گھرانہ، ایسے افراد کا گروہ ہوتا ہے جو ایک دوسرے کی فلاح و بہبود کے لئے پُر عزم ہوں۔ میرا بیٹا، میری بیٹی اور میں، تین افراد کا ایک ایسا ہی گروہ ہیں۔“

پھر نیک بخت رخشندہ کے بیٹے سے بات چیت کرنے باہر چل گئیں۔

عرفان نے نیک بخت سے بات چیت کرنے کے لئے اپنے دوستوں سے معذرت چاہی۔ نیک بخت نے بات چھیڑی، ”دیکھنے میں تو بہت معصوم ہیں لیکن آپ اپنی ماں کو کتنا نگ کرتے تھے؟ بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی ہے؟ آخر آپ سدھ رے کیسے؟“

**”جب والدین بچوں سے اپنے احساسات اور جذبات
کا اظہار نہیں کرتے تو پچے سمعجھتے ہیں
والدین ان سے پیار نہیں کرتے!“**

”آپ نے مجھے بکرا کہا؟ چلیں کوئی بات نہیں، میں جانتا ہوں یہ ضرب المثل ہے۔ جب بھی میں دیر سے واپس گھر آتا، میری والدہ رو یہ بدلنے کیلئے نظر ثانی کی اپیل کرتیں۔ میرا رو یہ مجھے برا محسوس ہو رہا تھا، لیکن میں نے اُسے جاری رکھا۔ ان کی بات کو نظر انداز کرنا میرے لئے مشکل ہوتا تھا، پھر وہ مجھے اپنے گلے کا لیتیں اور مجھے سے کہتیں کہ وہ مجھے اچھا سمجھتی ہیں، لیکن بُرا رو یہ ان کے لئے قابل قبول نہیں۔ انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میری عزت کرتی ہیں، مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ.....“ عرفان کچھ کہتے کہتے رک گیا.... ایک طویل وقفے کے بعد عرفان کہنے لگا، ”میں نے اندازہ لگایا کہ ماں مجھے بہت چاہتی ہیں، ہاں، لیکن انہیں میرے روئے ٹھیک نہیں لگتے۔ میں ایسے والدین کو جانتا ہوں جو اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار نہیں کرتے، لیکن اسی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کارو یہ ان کیلئے آسانیاں نہیں مشکلات پیدا کرتا ہے، اس طرح پچے یہ سمجھتے ہیں کہ والدین ان سے پیار نہیں کرتے!“

”پچے اس خاموشی کا تعلق پیار نہ کرنے سے کیسے جوڑتے ہیں؟“ نیک بخت نے پوچھا۔

”جب بچے کو تابی کر رہے ہوں، والدین سب کچھ

دیکھتے ہوئے کچھ نہ بولیں تو بچے سمجھتے

ہیں والدین ہم سے پیار نہیں کرتے!“

عرفان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا، ”جب بچے غلط رویہ اپناتے ہیں تو انہیں پتا ہوتا ہے کہ والدین بھی یہ سب کچھ جانتے ہیں، لیکن جب والدین انجان بن کر خاموشی اختیار کرتے ہیں تو بچے سمجھتے ہیں کہ انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے جیسے ان کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ درحقیقت، خاموشی جان لیوا ہوتی ہے، بات چیت سے ماحول خوشنگوار بنتا ہے۔ جب میں امی جان کے رویے سے پریشان ہوتا ہوں، تو وہ مجھے اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کرنے کی اجازت دے دیتی ہیں اور جو کچھ میں انہیں بتاتا ہوں، اس پر غور کرتی ہیں۔ ہمارے درمیان یا ایک بہت ہی شاندار و طرفہ رویہ ہے۔“

واپسی پر رخصت ہوتے وقت نیک بخت کی ملاقات رخشندہ سے ہوئی۔ نیک بخت پھر اپ سیٹ ہو گئیں۔ رخشندہ گھری سوچ میں پڑ گئیں۔

”ہم سب، والدین اور بچے، چاہتے ہیں ہمارے ساتھ آبرو مندانہ سلوک کیا جائے!“

نیک بخت تیز تیز چل رہی تھیں اور آج کی میٹنگ کے آخری حصے پر غور کر رہی تھیں۔ جب نیک بخت اپنی کار میں بیٹھ چکی تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ جو کچھ انہوں نے سنا تھا، وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ انہیں جھوٹ بولنے پر بے پناہ نہادت ہو رہی تھی۔ انمول ماں کے بیٹوں کی مشکلات جان کر ان کی تلخ یادیں تازہ ہو گئی تھیں، دُکھوں کا ایک طوفان اُتم آیا تھا، اُن کا اپنا بھائی نشیات کا عادی تھا اور تنام فیملی اس مسئلے کی وجہ سے دُکھوں کا سامنا کر رہی تھی، لیکن انہوں نے بات گھر سے باہر نکلنے نہ دی تھی۔ حتیٰ کہ ان کے خاوہ ناداعبار کو بھی اس بارے کچھ پتا نہ تھا، سب کچھ ذہن میں گلڈ مہہ ہو رہا تھا۔

اس شام نیک بخت کے شوہرنے یہ تمام معلومات دیکھیں۔ اگر ان کی بیوی نے انمول نظر ثانی کے موثر تنائی خود ذاتی طور پر نہ دیکھے ہوتے تو شاید انہیں یقین نہ آتا۔ نیک بخت نے اپنے شوہر کو بتایا کہ ہر شخص اپنی زندگی میں کچھ نہ کچھ غلطیاں ضرور کرتا ہے، اور انمول نظر ثانی ایسے ہی موقعوں پر کام آتی ہے۔ ہم سب بڑے اور بچے چاہتے ہیں ہمارے ساتھ آبرو مندانہ سلوک کیا جائے۔ انہوں نے انمول ماں کے بیٹوں کا قصہ گول کر دیا۔

رات بھروسہ کرو ٹھیں بدلتی رہیں، بار بار بھائی کا چہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔ پھر ایک ایک کر کے تنام اہل خانہ کے چہرے اُن کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔ اُن کی ماں خاص طور پر روگی ہو چکی تھیں۔ صبح نماز کیلئے اُٹھیں تو وہ ایک اہم فیصلہ کر چکی تھیں۔

”جہاں ڈانٹ ڈپٹ، سر زنش اور دھمکیاں
کام نریں کرتیں، وہاں انمول نظر ثانی
کی اپیل معجزہ برپا کرتی ہے!“

انمول نظر ثانی اس وقت کا رگ اور مفید غائب ہوتی ہے، جب:

- 1 ہم اپنے بچوں کو بتاتے ہیں کہ بُرا رویہ اختیار کرنے پر ہم انہیں بتادیں گے، ہم انہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کریں۔
- 2 جب بھی بچوں کا کوئی روپیہنا قابل قبول ہو تو جس قدر جلد ممکن ہو، ہم اپنے بچوں سے اُس روپے پر نظر ثانی کی اپیل کر دیتے ہیں۔
- 3 ہم بچوں کو اپنے احساسات اور جذبات دلوں کی انداز میں بتادیتے ہیں۔
- 4 ہم بچوں کو واضح طور پر بتادیتے ہیں کہ ہم ان کی شخصیت کو پسند کرتے ہیں لیکن برے روپے کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔
- 5 چند بچوں کی خاموشی انہیں ہماری ناراضی محسوس کرنے کا موقع دیتی ہے۔
- 6 پھر ہم بچوں کو محبت بھرے انداز میں چھوٹے ہیں تاکہ وہ ہمارے پیار اور گھرے رشتے کو محسوس کر سکیں۔
- 7 آخر میں ہم بچوں کو گلے لگاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں، ”ہمیں آپ سے پیار ہے!“ ہمارے بچے جانتے ہیں کہ جب انمول نظر ثانی ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ ختم ہو جاتی ہے۔
- 8 انمول نظر ثانی کی اپیل پر محض ایک منٹ لگتا ہے، تاہم اس کے اثرات دیر تک قائم رہتے ہیں اور بچے عموماً اپنا سبقہ روپیہ نہیں دھراتا۔

”ہم سچائی کی تلاس میں نکلتے ہیں لیکن سچائی کے ساتھ چل نہیں پاتے، جھوٹ پاؤں پکڑ لیتا ہے!“

انمول ماں کی طرف جاتے ہوئے نیک بخت یہ سوچ رہی تھیں انمول طریقے کس قدر سادہ اور آسان ہیں۔ جب نیک بخت انمول ماں کے گھر پہنچیں تو شام ہونے کو تھی، سورج غروب ہو رہا تھا اور روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ جب انہوں نے گھر کا جائزہ لیا تو انہیں ایسے لگا چند چیزیں انہوں نے پہلی دفعہ دیکھی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ دالان میں سبزہ، بہت ہی خوبصورت اور تروتازہ ہے اور داخلی راہداری کو بہت اچھی طرح سجا دیا گیا ہے۔ ان کا گھر نہ صرف سفید روشنی والے قسموں سے جگہ کارہاتھا بلکہ گلابی رنگ کی مدهم روشنیاں ماحول کو خواہناک اور سحر انگیز بنارہی تھیں۔ انمول ماں نے زندگی کو مزیدار اور خوبصورت بنانے والی چھوٹی چھوٹی چیزوں پر توجہ دی تھی۔

انمول ماں نے نیک بخت کو خوش آمدید کہا اور پھر پوچھا، ”آپ کیسی ہیں؟“
”جی تو یہ ہے کہ میں ٹھیک نہیں ہوں۔“

”رخشدہ باجی کے گھر سے نکلتے ہوئے میں چکنا چور ہو گئی!“

”ایسا کیا ہوا؟ آپ مجھ سے کھل کر بات کر سکتی ہیں۔“

”نشی کونش سے مزہ نہیں ملتا اور نشی کی

بغیر رہا بھی نہیں جاتا!“

”میں سچائی کی تلاش میں نکلی تھی لیکن میں سچ کے ساتھ چل نہ سکی، جھوٹ نے میرے پاؤں کپڑا لئے! رخشنده باجی نے مجھے بتایا کہ ان کے دونوں بھائی نشی ہو گئے تھے اور ان کے مسائل بہت گھمیسیر تھے، انہوں نے دونوں بھائیوں سے ملنے کی دعوت دی لیکن میں نے انکار کر دیا، حالانکہ میرے اپنے بھائی کا بھی حال ہے اور میری ماں روگی ہو چکی ہے۔“

”یہ سچ نہیں ہے، وہ نشی نہیں تھے بلکہ نشی ہیں لیکن اب کوئی گھمیسیر مسئلہ درپیش نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟ میں کچھ سمجھنے نہیں؟ آپ تو پہلیاں کھجوار ہی ہیں۔“

”نشی کی بیماری ایک جسمانی خرابی ہے۔ نشہ کرنے والوں میں سے دس فیصد کے ساتھ یہ ”حادثہ“ ہوتا ہے۔ پھر نشہ تا مزہ نہیں دیتا جتنی بد مرگی دیتا ہے۔ نشے کا پیچھا کرتے وہ نہ حال ہو جاتے ہیں، جسم میں زہر ملے مادے بننے لگتے ہیں جس سے مریض کی مت ماری جاتی ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”تو پھر وہ نشہ کرنا چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟“

انمول ماں نے کہا، ”جب وہ نشہ نہیں کرتا تو بہت خالی پن گلتا ہے، جوش اور اولہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اداس ناراض اور سلگتا نظر آتا ہے۔ واپس نشی کی طرف پلٹتا ہے تو دکھی اور برا دھو جاتا ہے، باہر بدنامی اور اندر بے عزتی بھی بڑھتی رہتی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”یقود ہی بات ہوئی، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم؟“

”پھر وہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے، یہی نشی کی بیماری ہے۔“

”پھر جائیں تو جائیں کہاں؟“ نیک بخت نے لقمہ دیا۔

”شیم زدہ لوگ، سیم زدہ زمین کی طرح ہوتے ہیں اُن کی کوششیں ثمر بارزیں ہوتیں!“

انمول ماں نے کہا، ”نشہ چھوڑنے میں ہی عافیت ہے، جسمانی نظام کی خرابی کے بعد وہ نشہ کر کے خیریت سے نہیں رہ سکتا، نشہ چھوڑتے ہوئے جو تکلیفیں ہوتی ہیں اُن کے لئے علاج و متیاب ہے اور نشہ کا خلاء پُر کرنے کیلئے کونسلگ مورث ہے۔ علاج نشی کو آہستہ آہستہ سکھی اور مثالی انسان بنادیتا ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”کوئی ایسا طریقہ نہیں، کسی کو پتا بھی نہ چلے اور علاج بھی ہو جائے؟ پیٹ سے کپڑا ہٹاتے ہوئے بہت شرم آتی ہے!“

انمول ماں نے کہا، ”دونوں میں سے ایک کام ہو سکتا ہے، آپ چھپا سکتے ہیں یا پھر نشے سے نجات پاسکتے ہیں، لیکن شیم سے نجات پانا پہلا قدم ہے۔“

”یہ تو بہت مشکل کام ہے، ہم نے تو قربی رشتہ داروں کو بھی پتا نہیں چلنے دیا۔ نشے کی بیماری گھر کو غم و غصہ سے بھردیتی ہے، شیم اتنی بڑی رکاوٹ کیوں ہے؟“

”آپ سمجھ لیں کہ شیم زدہ لوگ، سیم زدہ زمین کی طرح ہوتے ہیں، اُن کی کوششیں ثمر بارزیں ہوتیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”ہم تو کچھ نہ کر سکے، آپ نے اس گھبیر منے کو کیسے حل کیا؟“

”جب کوئی بچہ کرتا ہے آپ آئندہ مجھے غلط

کام کرتے کبھی نریں دیکھیں گے

تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟“

انمول ماں نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا، ”میرے دو بیٹے احمد اور محمد نشے کی علت کا شکار ہوئے، وہ کالج میں پڑھتے تھے۔ تب میں ”شہید وفا“ تھی اور مشقت کو ہی ممتاز کی معراج سمجھتی تھی۔ میرے میاں سعودیہ میں تھے، بچوں کو آسائش مہیا کیں لیکن وقت اور توجہ نہ دے سکے۔ ادھر ادھر سے باقی سننی لیکن میں نے ہمیشہ سمجھا کہ لوگ میرے بچوں سے حسد کرتے ہیں۔ پھر آخر ہی ہوا جس کا ڈر تھا، ایک دن بھاٹا چھوٹ گیا!“

”ایسا کیا ہوا؟“ نیک بخت نے چونک کر پوچھا۔

”رات کو 3 بجے میری آنکھ کھلی تو احمد کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھکھٹایا تو احمد چینا، وہ پڑھائی میں مصروف ہے اور میں اُسے ڈسٹریب نہ کروں۔ صبح اُس کے کالج جانے کے بعد میں نے کمرے کی تلاشی لی تو چرس اور ہیر وئی نئی۔ کمرے میں گندگی اور بدبو تھی۔ رو رو کریماں احوال ہو گیا۔ واپسی پر میں نے خوب بول بلار کیا، جو میرے منہ میں آیا میں نے کہہ ڈالا۔ احمد بار بار کہہ رہا تھا یہ سب کچھ میرے دوست کا ہے۔ آخر کار وہ ماں گیا اور کہنے لگا، آئندہ آپ مجھے نشہ کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھیں گی۔ کافی دیریک میں اُسے سینے سے لگا کروتی رہی۔ اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔“

”کیا اُس نے نشہ کرنا چھوڑ دیا؟“

”الحمد لله! بچے کے ٹیسٹ میں صرف چرس نکلی ہے! اس فقرے کا مطلب کیا ہے؟“

”نہیں! اُس نے اس بات کو یقین بنا�ا کہ میں نہ دیکھ پاؤں! چند دن کے اندر اندر مجھے شدید جھٹکا لگا۔ میں ترپٹھی۔“

نیک بخت نے کہا، ”ہاں! یہ تو ہونا ہی تھا۔“

”اُسے کانٹ سے نکال دیا گیا، اُس پر نشہ کرنے اور بیچنے کا الزام تھا، میں نے جی بھر کر لعنت ملامت کی، اُس نے قسمیں کھائیں، وعدے کئے اور میں مطمین ہو گئی، مصیتوں اور بر بادیوں نے ہمارا گھر دیکھ لایا تھا۔“

”چوری چکاری شروع کر دی؟“ نیک بخت کا تجربہ بول رہا تھا۔

”اُس نے میری الماری سے پیسے چڑے لیکن پوچھنے پر صاف انکار کر دیا۔ میں نے اصرار کیا تو توڑ پھوڑ شروع کر دی اور چیزوں کو ٹھڈے مارتا ہوا باہر نکل گیا۔ اُس کے والد کو فون پر سارا قصہ کہہ سنایا۔ وہ ایک دم آپے سے باہر ہو گئے اور سارا الزام مجھ پر دے دیا۔ تیسرا دن وہ پاکستان میں تھے۔ اسجد نے میری شکستیں لگائیں اور نشے کی وجہ مجھے قرار دے دیا۔ مجدد اس سارے معاملے سے لائق تھا۔ علاوہ الدین نے اسجد کا یورین ٹیسٹ کروایا۔ واپسی پر وہ بہت مطمین و کھائی دے رہے تھے، میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا، ”الحمد لله، صرف چرس نکلی ہے۔“

”چرس کو عام طور پر منشیات کی معصوم

چھوٹی بہن سعجھا جاتا ہے!

نیک بخت نے کہا، ”چرس کو منشیات کی معصوم چھوٹی بہن سمجھا جاتا ہے!“

”میں نے علاج کی بات کی تو علاؤ الدین آگ بولا ہو گئے۔ کہنے لگے زمانے میں منہ نہیں دکھانا؟ گھر میں تین جوان بیٹیاں ہیں؟“

”ہمارے گھر میں بھی ہمیشہ مسئلے کو کارپٹ کے نیچر کھا گیا“، نیک بخت نے لقمہ دیا۔

”علاؤ الدین نے کہا فقط چرس نکلی ہے اور تم نے میرے بیٹے پر ہیر و نک کا الزام لگا دیا۔ تم ماں نہیں ڈائی ہو۔ چرس تو سب پیتے ہیں۔ چند دن میں باپ بیٹے نے مل کر معاملات پر مٹی

ڈال دی۔ علاؤ الدین واپس سعودی چلے گئے۔ پانچویں دن بڑا دھماکہ ہو گیا۔“

”نشے کی بیماری میں بُری خبریں روز کا معمول بن جاتی ہیں۔“

”رات کو 12 بجے ماذل ٹاؤن تھانے سے فون آیا کہ آپ کا بیٹا، تین لاکوں کے ہمراہ تھا نے میں بند ہے۔ کافی بڑی تعداد میں ہیر و نک کی پڑیاں برآمد ہوئی ہیں۔ میری تو جیسے جان نکل

گئی، میں نے اُس کے چچا کو ساتھ لیا اور بہت دوڑ دھوپ، منت سماجت اور رشتہ کے بعد رات تین بجے اسجد کو گھر لائی۔ راستے میں میں نے خوب بے عزتی کی، وہ چپ چاپ نظریں جھکائے سب سنتا رہا۔ واپسی پر ساری روئیدا اُس کے ابا کو سنائی، وہ الٹا مجھ پر ناراض ہوئے

کہ اُس کے چچا کو ساتھ کیوں لیا؟ اب شرکیوں کی باتیں سننا پڑیں گی۔“

نیک بخت نے ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا، ”پھر آپ نے کیا کیا؟“

”جب ظالم اور مظلوم میں اس بات پر اتفاق

**رائے ہو کہ بات باہر نہیں نکلنی
چاہئے تو بات بکڑ جاتی ہے؟“**

”کرنا کیا تھا؟ اسجد کا معاملہ بگڑا ہوا تھا، اب وہ سینہ زوری پر اُتر آیا تھا۔ وہ میری کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اُسے پتا چل گیا تھا کہ میں اس معاملے کو خفیہ رکھنا چاہتی ہوں۔ جب ”ظالم“ اور ”مظلوم“ میں اس بات پر اتفاق رائے ہو کہ بات باہر نہیں لکھنی چاہیے تو پھر بات بگڑ جاتی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”لیکن اللہ اسباب پیدا کرتا ہے۔“

”ایک دن صبح نماز کے بعد ڈیوب پر ڈاکٹر صداقت علی کی ایک ڈیونظر آئی۔ روشنی کی یہ کرنیں روزمرہ کا معمول بن گئیں میں نے ان کی سینکڑوں ڈیویز کی ڈالیں۔“

”ان کی کچھ ڈیویز تو میں نے بھی دیکھی ہیں،“ نیک بخت نے کہا۔

”بات ڈیویز سے شروع ہو کر ملاقات تک پہنچی اور باقی تاریخ کا حصہ ہے، ہماری تو کا یا پلٹ گئی اور آج ہم اسجد کے ممنون ہیں کہ اُس کی وجہ سے ہمارا باط و لنگ ویز سے ہوا۔“

”ولنگ ویز کا نام تو میں نے بھی سنائے۔“

”ولنگ ویز میں اُن والدین سے حوصلہ ملا جنہوں نے اس بیماری کو گھر سے نکالا تھا اور ان میٹنگز میں وہ اور اُن کے بچے زندگی سجائے کی بتیں کرتے تھے۔“

نیک بخت نے کہا، ”اسجد کے علاج تک بات کیسے پہنچی؟“

”نشی کی کسی حرکت سے جو بھی تکلیف جنم لے،
وہ نشی کو سمنے دیں، نشی ہی وہ واحد ہستی ہے
جو اس تکلیف سے فائدہ اٹھا سکتی ہے!“

انمول ماں نے کہا، ”نشی کی زندگی حادثوں سے بھری ہوتی ہے، لیکن جب تک پہلے سے
بڑھ کر حادثہ نہ ہو، سب نارمل لگتا ہے۔“

”ولنگ ویز سے میں نے یہ سیکھا کہ نشی کی بیماری سے جو کچھی تکلیف جنم لے، آپ اس بات کو
یقینی بنا کیں کہ وہ تکلیف خود مریض کو ہی ملے کیونکہ مریض ہی وہ ہستی ہے جو اس تکلیف سے
فادہ اٹھا سکتی ہے، یہ تکلیف ہی اُسے علاج کی راہ دکھا سکتی ہے۔ مریض کیلئے بہانے بنانا،
اُس کے نقصان بھرنا، بھاگ کر مصیبتوں سے نکالنا، اور اُس کی ذمہ داریاں اٹھانا، سب
کچھ چھوڑ دینا چاہیے؟“

”یہ تو بہت مشکل ہے، اس طرح تو بر باد ہو جائے گا یا مرکھ پ جائے گا۔“

”انمول ماں نے جواب دیا، ”نبیں! معاملہ اس سے اُٹھ ہے، پیچھے ہٹ جانے سے تکلیفیں
مریض کو چاروں طرف سے گھیر لیں گی اور وہ علاج کیلئے راضی ہو جائے گا، پیچھے ہٹ جانے
کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ منظر سے ہی غائب ہو جائیں۔ اگر وہ پکڑا جاتا ہے تو آپ تھانے
میں سلاخوں کے باہر میں بیٹھ رہیں لیکن رشوت یا سفارش کی مدد سے باہر نہ نکالیں، قانون
کو اپناراستہ لینے دیں۔“

”کیا اس بھر راضی ہوا؟؟“

**”نشہ کم کرنے یا چھوڑ دینے کا تقاضا نہ کریں،
صرف علاج پر زور دیں، یہ سی کامیابی کی کنجی ہے۔“**

”ہاں! بصدق خرابی بسیار، وہ کہتے ہیں نہ کہ 9 منیں تیل ہوتا رادھانا چتی ہے، بس ایسے ہی ہوا۔“

”لگتا ہے آپ کو بہت پاپڑ بلنے پڑے؟“ نیک بخت نے تجویز طاہر کیا۔

”مجھے اپنے ایسے فطری روپیوں میں تبدیلی لانا پڑی، جو احمد کی بیماری کو برداشت کر رہا ہے تھے۔ میں نے ٹوہ میں رہنا اور جاسوسی کرنا چھوڑ دیا، کچھ بخشی بھی ترک کر دی۔ میں نے نشے کو نظر انداز کر کے ناول زندگی پر زور دیتا چھوڑ دیا۔ میرا یک نکاتی ایجمنٹ اتنا: وہ بیمار ہے اور اسے علاج کی ضرورت ہے۔“

”ہم نے تو ہمیشہ نشے میں کمی پر اصرار کیا اور اُس کی زندگی کو ناول بنانے کیلئے جدوجہد کی، اور ذرا ذرا سی کامیابی پر کھل اٹھتے، لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ جب تک کنوں سے کتنا نہ کالیں، کتنا بھی پانی نہ کالیں، پانی کی بدبو نہیں جاتی۔“

”یہ کنوں سے کتنا نکالنے والی کیا کہاں ہے؟“ نیک بخت نے حیرانی سے پوچھا۔

”نشے کے ساتھ ساتھ نہیں، نشہ چھوڑنے سے خوشحالی کا آغاز ہوتا ہے“

اوچِ ثریا نے بتایا، ”کسی گاؤں کے کنویں میں کتنا گر گیا، پانی سے بدبو آنے لگی۔ گاؤں کے لوگِ مولوی صاحب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پچاس بالٹی پانی نکالنے کی صلاح دی۔ بدبو نہ گئی۔ مولوی صاحب نے مزید 50 بالٹی نکالنے کا کہا۔ بدبو پھر بھی نہ گئی۔ وہ بار بار مولوی صاحب کے پاس جاتے۔ آخر مولوی صاحب خود موقع پر گئے اور کنویں میں جھانا کا تو کتنا نظر آیا۔ مولوی صاحب نے گاؤں والوں کو مناسب کر کے کہا، ”ظالمو! پانی دیاں بالٹیاں کڈھن توں پہلاں کتاتے کلڑو!“

نیک بخت نے کہا، ”تو مطلب یہ ہوا کہ پہلے نشہ چھوڑنا ہو گا اور پھر ہی زندگی خوشحال بنانے کی جدوجہد کا میاب ہو گی۔“

”اللہ آپ کا بھلا کرنے! نشے کا سلسلہ چلتا رہے تو پورا گھر بیمار ہو جاتا ہے، آنکن ٹیڑھا ہو جاتا ہے، دیواریں روئی ہیں، پھول مر جاتے ہیں، پورا گھر پاک رکھ رہا ہو تا ہے کہ اندر، ہی اندر دیمک لگی ہوئی ہے۔“

نیک بخت کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

”مسلسل نکتہ چینی تو ہین کو جنم دیتی ہے اور تو ہین کا تڑ کا بہت تباہی لاتا ہے۔“

اوچ شریانے کہا، ”گھر میں بہت بول بلارا ہوتا ہے، نشے کے پھٹے میں نکتہ چینی، تو ہین آمیزی، دفاعی روپیوں اور زہر آسود خاموشی کو پیچان لینا بہت ضروری ہے۔ یہ ایسی علیمیں ہیں جو گھر کی فضا خراب کرتی ہیں۔ نکتہ چینی سے کسی کا نشہ چھڑانا، غام خیالی ہے۔ والدین اور بچوں کا اصلاح کا رشتہ ہے، فساد کا ہر گز نہیں۔ اگر آپ حقائق بتانا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ سیکھیں، غیر متعلقہ باتوں سے پر ہیز کریں۔ نکتہ چینی سمog کی طرح فضا کو مسموم کر دیتی ہے۔ مسلسل نکتہ چینی تو ہین کو جنم دیتی ہے اور تو ہین کا تڑ کا بہت تباہی لاتا ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”تو کیا شکایت زبان پر نہ لائیں؟ چنکے سے سہتے رہیں؟“
 ”ہر گز نہیں! شکایت اور نکتہ چینی میں فرق ہوتا ہے۔ شکایت کا ایک موضوع ہوتا ہے، نکتہ چینی لفظوں کی چیختی ہوئی بوجھاڑ ہے، فی المدیہہ کلام ہے جو طرہ مصرع سے شروع ہو کر لمبی بحر کی غزل بن جاتا ہے۔“
 ”یہ بھی خوب کہی آپ نے، کیا آپ کسی مثال سے سمجھا سکیں گی؟“

”توہین، نکتہ چینی سے زیادہ دور تک مار گرتی ہے،“

نکتہ چینی کا نشانہ خطاب ہو سکتا ہے

”توہین کا ہرگز نریں!“

”کیوں نہیں؟ شکایت یہ ہے کہ تم نے 8 بجے گھر آنے کا کہا تھا، اور پھر رات 2 بجے آئے، اگر دریے سے آنا تھا تو بتا دیتے!“ نکتہ چینی میں آپ کہتے ہیں، ”تم سوچتے نہیں، تمہارا روایہ دوسروں کو کتنی تکمیل دیتا ہے، مجھے یقین ہے تم بھلکل نہیں بلکہ خود غرض اور ڈھیٹ ہو، تمہیں صرف اپنے موج میلے کی فکر رہتی ہے، تم کبھی دوسروں کا خیال نہیں کرتے، چاہے کوئی جیسے یا مرے تمہاری بلا سے! اوپر سے فون بند رکھتے ہو، پھر کہتے ہو بیبل بند تھی، چار جن نہیں تھا، سب جھوٹ! آوارہ دوستوں کے ساتھ مزے کر رہے تھے۔ دوستوں کے نام پر کالے دھبے اکٹھے کر رکھے ہیں!“

”یہ سب کچھ تو چلتا رہتا ہے، نیک بخت ہو لیں،“ لیکن بات پھر یہاں رکتی نہیں!

”نکتہ چینی، توہین آمیزی کا پیش خیمه ہوتی ہے، توہین آمیزی میں آپ فرض کر لیتے ہیں کہ نشی گھٹیا ہے اور آپ بڑھیا! نکتہ چینی اور توہین کا چھوٹی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ ان میں تیزی اور شدت آنے لگتی ہے۔ توہین کے گیر میں بہت کمینہ پن سامنے آتا ہے، بات گالی گلوچ تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسے میں زبان، بلکہ پورے جسم سے تماثیل کرتے ہیں۔ توہین نکتہ چینی سے زیادہ دور تک مار کرتی ہے۔ نکتہ چینی کا نشانہ خطاب ہو سکتا ہے، توہین کا ہرگز نہیں۔ والدین اونچے سنگھاسن پر بیٹھ کر بات کرتے ہیں، خود بہمن بن جاتے ہیں اور نشی کوشودر بنا دیتے ہیں، ہم و قی طور پر بھول جاتے ہیں کہ وہ ہمارا بیٹا یا بیٹی ہے۔“

”ارے! کیا بات کہہ دی آپ نے،“ نیک بخت کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

**”نعتہ چینی کا سکھ ایک طرف سے کھوٹا ہوتا ہے
ہے اور توہین کا دونوں جانب سے! رشتہوں
ناطقوں میں توہین کا سکھ نہیں چلتا!**

اوچ شریانے گہری سانس لی اور کہا، ”نکتہ چینی کا سکھ ایک طرف سے کھوٹا ہوتا ہے اور توہین کا دونوں جانب سے! رشتہ ناطقوں میں توہین کا سکھ نہیں چلتا۔ ماں کہہ رہی ہے، ”تم آگئے ہیں ہو کر؟ اب تم گھر آئے ہو تو میں باجے بجاوں؟ ایک لاش کی طرح صوفے پر ڈھیر ہو کر ڈھیو گیمز کھلیں رہے ہو! کس قدر گھٹیا انسان ہو تم، تمہاری پیدائش پر لعنت! دل کرتا ہے میں آنسوؤں کے دریا بہادوں؟ شکل دیکھی ہے اپنی؟ موسلا دھار لعنت برس رہی ہے! ایسی ماں آخر کار روگی ہو جائے گی۔“

”آپ نے تو میری امی کا نقشہ ٹھیک دیا ہے، جنہیں ذیابیس اور بلڈ پریشر کے علاوہ آئے دن کوئی نہ کوئی انفیکشن ہوتی رہتی ہے،“، یک بحث نے بات جاری رکھی، ”تو کیا کریں؟“

**”چھوٹی چھوٹی میٹھی میٹھی باتیں کریں تو توہین کا اثر زائل ہو جاتا ہے، غالب
کا اثر زائل ہو جاتا ہے، غالب نے کیا خوب کرماتا ہے؟
آم ہوں، میٹھے ہوں اور ڈھیر سارے ہوں!“**

”توہین چھوڑ دیں۔ چھوٹی چھوٹی میٹھی میٹھی باتیں کریں تو توہین کا اثر زائل ہو جاتا ہے، غالب
نے کیا خوب کرماتا ہے؟ آم ہوں، میٹھے ہوں اور ڈھیر سارے ہوں۔“

”اس طرح تو پھر شی کے مطابے بڑھ جائیں گے؟“، نیک بخت نے کہا۔

”بہت سے والدین اپنا مودا اور مزاج خراب رکھتے ہیں کیونکہ انہیں فرمائشی پروگرام کا خطرہ ہوتا
ہے، جیسے کئی دکاندار گاہک سے موڈ خراب رکھتے ہیں کہیں ڈسکاؤنٹ نہ مانگ لے۔ یہ تو اپنی
دوکانداری خراب کرنے کا نجحہ ہے، آپ مسکرا کرناں کہ سکتے ہیں، بار بار کہہ سکتے ہیں، آپ اپنی
اولاد کو محبت میں باندھ سکتے ہیں، توہین سے بچے بدک جاتے ہیں۔“ اوج ثریانے کہا۔

”وہ کیسے؟“

”وہ دفاع کرنے لگتے ہیں، وہ ڈرتے ہیں کہ انہیں نالائق اور غیر اہم سمجھ لیا جائے گا، اور محبت
سے محروم کر دیا جائے گا۔ گھر میں صفائیاں روزمرہ کا معمول بن جاتی ہیں۔“

”تو کیا بندہ اپنا دفاع بھی نہ کرے، صفائی بھی نہ دے؟“

”زیادہ دفاع کرنے سے بچے حملے تیز گر دیتے ہیں، ہلکی سی تردید کر کے خاموش ہو جائیں!“

”صفائی دی جاسکتی ہے، دفاع کرنے میں کوئی حرجنہیں، اگر کوئی غلط اذرام لگائے تو ہلکی سی تردید کر کے خاموش ہو جائیں۔ دفاعیت سے نئی اپنے حملے اور بھی تیز کر دیتا ہے۔ ہر وقت اولاد سے ”اچھی ماں“ یا اچھے باپ کا سرٹیفیکیٹ چاہنا چھوڑ دیں۔“

”دل تو چاہتا ہے ناں، کہ اولاد کہے کہ آپ بہترین ماں ہیں، کیا ایسا نہیں؟“

”اپنے اندر سے ٹھیکیٹ لیجئے یا کسی ماہر سے رجوع کریں، میں بھی پکوں سے ہمہ وقت یہ چاہتی تھی، لیکن اس کا بہت رُامتیجہ لکلا۔ دفاعیت سے مسئلہ حل کرنے میں کوئی مدد نہ ملی، اس سے مجھے کچھ نہ کرنے کا سبق ملا۔ میں ہر وقت پھرائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ مجھ میں زہر آلو دخاموشی چھا گئی۔“ اونچ رثیا افسر دہ نظر آرہی تھیں، ”میں بولتی ہی نہیں تھی یا بد تہذیبی کی حد تک مختصر بات چیت کرتی تھی۔ اس بحسرتی ان سنی کر دیتا، وقت کوٹا تارہا، اس نے فاصلہ کر لیا، مصروف نظر آنے لگا، ساری رات جا گنا اور دن کوسونا معمول بن گیا تاکہ ایک دوسرے کے ”متھے“ نلگیں۔ یہ بات مجھے تب سمجھ آئی جب یہ علت بن چکی تھی۔“

”ایسا کیوں ہوا؟ آپ تو بہت بربار نظر آتی ہیں۔“ نیک بخت نے افسر دگی سے کہا۔

”چپ تان لینے سے رشتہ تباہ ہو جاتا ہے، زہرآلود خاموشی عقل کو بھی کھا جاتی ہے۔“

اوچ شریانے کہا، ”کچھ نہ پوچھو! زندگی روگی ہو گئی تھی، میں پتھر کی مورتی بن چکی تھی، اور اس علت سے نکلنے کیلئے مجھے مدد حاصل کرنا پڑی۔ زہرآلود خاموشی کے پیچے ایک جذباتی سیلا ب ہوتا ہے، اور چپ تان لینے سے رشتہ تباہ ہو جاتا ہے۔ یہ زہرآلود خاموشی عقل کو کھا جاتی ہے۔“
”اس کا علاج کیسے ہوتا ہے؟“

”باقاعدہ کو نسلنگ میں جانا پڑتا ہے۔ بستر پر سوچنے سے پرہیز کریں، سیر و تفریح، کوئی فلم یا ڈرامہ، کامیڈی شو، کچھ بھی کریں چاہے دل نہ بھی چاہے۔ دیگر لوگوں سے مہربان رہیں، دال سبزی کھائیں، اس جذباتی طوفان کو ٹھہڈا کریں۔ گفت و شنید پر آ جائیں۔ رشتہ کے اندر رہتے ہوئے انمول روئے اپنائیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟“

”بہتر ہے آپ اپنے جذبات اور مقاحد کی گول سینٹنگ الگ الگ کریں!“

اوج ثریا نے کہا، ”پہلی بات یہ ہے آپ مریض کے ساتھ اپنے روئے بد لئے اور ماضی کی نسبت مختلف انداز میں سوچنے پر آمادہ ہو جائیں۔ یہاں کو راز نہ بنا کیں، اس سے نجات کیلئے تنکے سے مدد حاصل کریں۔ نشے کے اندر اس کی زندگی سنوارنے کی کوشش نہ کریں، صرف نشے سے نجات میں تعاون کریں۔ آپ اپنے جذبات کو مریض کے نشہ کرنے یا نہ کرنے سے شرط نہ بنا کیں۔“

”کیسے نہ بنا کیں؟ یہی تو ہمارا حاصل رونا ہے۔“

”اگر آپ اپنی خوشی کا دار و مدار اس چیز پر کھلیں کہ صرف پاکستان کرکٹ ٹیم کے بیٹھنے پر ہی خوش ہوں گے تو سمجھ لیں کہ آپ اکثر افسر دہ رہیں گے، روتے دھوتے رہیں گے۔ یہم کو انجوائے کریں۔ سامنے ڈھانچے میں رہتے ہوئے جدوجہد جاری رکھیں۔ زندگی کو بھی جاری رکھیں۔“

”یہ آخری بات سمجھنہیں آئی، سامنے ڈھانچے سے کیا مراد؟“، نیک بخت حیران تھیں۔

”انسان خراب نہیں ہوتے، ان کا ہارڈ و یئر خراب نہیں

ہوتا بس ان کا سافت و یئر اپ گر یڈ کرنے

کی ضرورت ہوتی ہے!“

اوچ ٹریا نے کہا، ”اگرچہ بیماری نے اُس میں بہت خرابیاں بھردی ہیں، آپ اُسے خراب انسان نہ سمجھیں، نشے کی بیماری انسان کے سافٹ و یئر کو آلوہ کر دیتی ہے اور اُس میں بہت خرابیاں جمع ہو جاتی ہیں لیکن اُس کا ہارڈ و یئر خراب نہیں ہوتا۔ بس اُس کا سافت و یئر اپ گریڈ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نشے کی جڑیں معاشرے میں ہیں اور وہیں سے اسے نشوونما ملتی ہے۔ اپنے آپ کو قصور و ارناہ ٹھہرائیں۔ نشے کی بیماری والدین کے کسی گناہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ والدین فرشتے نہیں ہوتے، خدا بھی نہیں ہوتے مگر انسان ہوتے ہیں اور ان کے جذباتی اور مادی وسائل محدود ہوتے ہیں، تاہم وہ اپنی طرف سے بچوں کی بہترین پرورش کرتے ہیں۔ والدین اور بچے برابر نہیں ہوتے کیونکہ والدین کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے۔ لکھنچیں، تو ہیں آمیزی، زہر آلو دخاموشی اور کوئتے رہنے سے بے لسم پیدا ہوتی ہے۔ سب سے اہم یہ کہ گھر بیویوں کا انحصار مقول رویوں پر ہے ڈرامے بازی پر نہیں!“

”والدین اور بچے ہر کھڑکا حصہ ہیں ان کے اچھے بڑے روئے ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں، والدین کو مضبوط ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ والدین جب کسی موقف پر ڈٹ جائیں تو بچے بہت کھپ ڈالتے ہیں، جب آپ احسن طریقے سے بچوں کی کھپ کو سمیٹ لیں تو اس سے ثابت تبدیلی آتی ہے، والدین کو ایسے دوسرے والدین سے بھی مدد کے لین دین کی ضرورت ہے جو انہی حالات میں سے گزر رہے ہیں۔ تکنیکی مہارت اور علاج کو نظر انداز نہ کریں۔“

”اوہ میرے خدا، لمبی فہرست ہے! کیا آپ نے یہ سب کچھ کیا؟“

”ہر بحران میں کوئی نہ کوئی موقع چھپا ہوتا ہے،
اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھیں۔“

”ہاں! بصد شوق، میرے بیٹی کی زندگی کا معاملہ تھا، اونچ شریانے کہا۔
”تو کیا وہ اس طرح علاج پر راضی ہو گیا؟“ نیک بخت نے پوچھا۔
”راضی تو نہ ہوا، نیم رضامند اور فکر مند نظر آنے لگا، پھر قدرت نے ایک راستہ زکالا۔“
ایک رات نشے کی حالت میں اسجد کی گاڑی شیر پاؤ پل پر الٹ گئی۔ اسجد کو بہت چوٹیں آئیں
لیکن اُس کی جان بچ گئی۔ اونچ شریانے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا، ”وہ کہتے ہیں ناں یو قوفوں
اور نشینیوں کا بھی خدا ہوتا ہے..... آدمی رات کو ہسپتال پہنچی، اسجد تکلیف سے کراہ رہا تھا۔
میں خاموشی سے اُس کے پاس بیٹھی رہی، کچھ نہیں کہا۔ وہ بار بار کہتا رہا، ماں مجھے پچالو!“
”علاوہ الدین سعودی سے دوڑے چلے آئے۔ لوہا گرم تھا۔ میں نے ڈٹ کر علاج کی بات کر
دی۔ علاوہ الدین نے خاموشی سے نظریں جھکایاں۔ ان کی آنکھوں میں محمد آنسو مجھے صاف
نظر آرہے تھے۔“
”پھر کیا ہوا؟“ نیک بخت کے چہرے پر کئی سوال تھے۔

”محبت اور احترام مل کر ہی ان طریقوں کو انمول بناتے ہیں۔“

”اگلے دن ولنگ ویز کی انٹروپیشن ٹیم نے اسجد کو ولنگ ویز منتقل کر دیا۔“
دونوں خواتین کے درمیان بہت دیریک با تیس ہوتی رہیں۔ اونچ شریانے بتایا کہ وہ ہمیشہ سے انمول ماں نہ تھیں۔ بچوں کی اصلاح کے تین انمول طریقے انہوں نے ولنگ ویز سے ہی سکھے؟

”تو کیا یہ انمول طریقے بگوئے ہوئے نہیں پہنچی اثر انداز ہوتے ہیں؟“
”کیوں نہیں، نہیں بھی ہم سب کی طرح انسان ہوتے ہیں۔ نہیں روئے دماغ میں گھر بنایتے ہیں، نہ کی بیماری بھیں پلتی ہے۔ نہ سے بحالی کا عمل ذہن میں پروان چڑھتا ہے۔ گول سینگ اور احتساب بھی ذہن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی گول حاصل کرتا ہے تو تعریف و توصیف کے علاوہ اپنا بیت کا اظہار کیا جاتا ہے اور اگر کوئی وعدہ خلافی یا کوتا ہی کرتا ہے تو پھر نظر ثانی کی اپیل کے ساتھ اپنا بیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔“

”یہ تو مزے کی بات ہے، چت بھی میری اور پٹ بھی! دونوں صورتوں میں محبت اور احترام جاری رہتا ہے لیکن چپڑی ہوئی اور دودو، اور مسلسل؟، نیک بخت نے کہا۔

”آپ محاورے بہت مزے کے بولتی ہیں، انمول ماں نے کہا، ”محبت اور احترام مل کر ان طریقوں کو انمول بناتے ہیں۔ اسجد کا اعلان جاری تھا کہ ایک دن وہ حسین حادثہ ہو گیا۔“

”اب کیا ہوا؟“

”نشے کا علاج شروع تو ہوتا ہے لیکن کبھی ختم نہیں ہوتا تاہم جلد ہی نشہ ماضی کا قصہ بن جاتا ہے!“

”ایک دن ڈاکٹر صداقت علی اپنے دفتر میں بیٹھے تھے۔ باہر کو ریڈور سے مجد و گزر۔ وہ فیملی کونسلنگ میں شرکت کے بعد والپس جا رہا تھا۔ ڈاکٹر صداقت نے کھڑکی سے دیکھ کر اسے بلوالیا اور اُس سے دلچسپ اور عجیب فرمائش کر دی۔“
 ”دلچسپ اور عجیب فرمائش؟“
 انہوں نے کہا، ”آپ یورین سیپل دے دیجئے۔“

”مجد و گزان ہو کر بولا، ”ڈاکٹر صاحب! آپ کیا کہہ رہے ہیں میں مریض نہیں ہوں؟“ پھر اُس نے کچھ سوچا اور یورین سیپل دے دیا۔ رزلٹ آنے سے پہلے ہی چس کے ”کبھی کبھی“ استعمال کا اقرار کر لیا۔ یوں مجد و گزان کا علاج آؤٹ ڈور بندیا دوں پر شروع ہو گیا۔“
 نیک بخت نے رقمہ دیا، ”ولنگ ویز آپ کی زندگی میں آیا تو آپ ہنسی خوشی رہنے لگے۔“
 انمول ماں نے کہا، ”ایسا تو صرف کہانیوں میں ہوتا ہے حقیقی زندگی تو چیلنجز سے بھر پور ہوتی ہے۔ نشے سے بھالی مزیدار چیلنجز کا سفر ہے۔ ولنگ ویز میں ہم نے یہ سیکھا کہ نشے کی بیماری کا علاج شروع تو ہوتا ہے ختم نہیں ہوتا، پر جلد ہی آپ اسے انجوائے کرنے لگتے ہیں، نشہ ماضی کا قصہ بن جاتا ہے۔ علاج کے ساتھ جڑے رہنا ضروری ہے ہر نہ ریوس گیر لگ سکتا ہے۔ علاج آہستہ آہستہ آسان ہوتا چلا جاتا ہے لیکن اسے یکسر ترک نہیں کیا جاسکتا۔ آج دس سال گزر گئے ہیں۔ ہم آج بھی علاج اور بہت سی حسین یادوں سے جڑے ہوئے ہیں۔“
 ”آج بھی علاج سے جڑے ہوئے ہیں؟ یہ کیسا علاج ہے؟“



”نشے سے بچنے کیلئے چکنے لوگوں، چکنی جھروں

اور چکنے وقت سے بچنا ضروری ہے!“

”اب ہم کبھی کبھار جاتے ہیں، اپنے جذبوں کو تازہ کرتے ہیں۔“

”آج آپ کہاں کھڑے ہیں؟“

”دونوں بچے بہترین زندگی گزار رہے ہیں۔ شادی شدہ ہیں۔ اسجد کے تین اور مجدد کے دو

بچے ہیں۔ علاوہ الدین پانچ سال پہلے پاکستان آگئے تھے اور اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا تھا،

دونوں بچے والد کے ساتھ کاروبار میں شریک ہیں۔“

”میرا شتیاق بہت بڑھ گیا ہے، میں اسجد اور مجدد کو ملنا چاہتی ہوں۔“

”واہ میں طرف اسجد رہتا ہے اور باہمیں طرف مجدد۔ ابھی وہ دفتر جانے سے پہلے مجھے ملنے آئیں

گے، یہاں کام معمول ہے۔“

نیک بخت خود ہی اٹھ کر پکن میں گئیں اور اپنے لئے چائے بنالائیں، واپسی پر دیکھا تو اسجد

اور مجدد اپنی والدہ کے دامیں ہاتھ بیٹھے تھے اور انمول ماں کی گود میں دونوں بچے مسکرا رہے تھے۔

نیک بخت نے سلام و دعا کے بعد چائے پینا شروع کر دی۔ فضایں بہت اپنائیت تھیں۔

اسجد اور مجدد دونوں مسکراتے ہوئے روشن چہروں والے نوجوان تھے اور کھل کر اپنی نشے سے

بھائی کی یادوں کو تازہ کر رہے تھے، انہوں نے نیک بخت کے ہر سوال کا اعتماد سے جواب دیا۔

اسجد کہنے لگا، ”جب مجھے دوباتوں کا پتا چل گیا تو میں نشہ چھوڑنے کیلئے تیار ہو گیا تھا،“

نیک بخت نے پوچھا، ”کون سی دوباتیں؟“

”نشہ کرنے والوں میں سے کچھ کے نشے میں برکت نہیں رہتی، یہی نشے کی بیماری ہے، اب وہ نشہ کر کے محفوظ نہیں رہ سکتے!“

”ایک یہ کہ میں نشہ کرنے کیلئے فٹ نہیں رہا، موروثی نوعیت کی خرابی کے باعث نشہ کر کے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ دوسرا یہ کہ میری زندگی بر باد ہو چکی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”تو کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو نشہ کرنے کیلئے فٹ ہوتے ہیں؟“
”ہاں! نشہ کرنے والوں میں سے کچھ کے نشے میں برکت نہیں رہتی، ہشومی قسمت وہ اس ”نعمت“ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کا جسم نشے کو زہر لیلے مادوں میں بدلنے لگتا ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”بس آپ نے فیصلہ کر لیا اور کام بن گیا؟“
”نہیں، پہلے میں بھی ایسا ہی سمجھتا تھا لیکن یہ تو پہلا قدم تھا، غالی ارادے کی قوت کام نہیں آتی، بہت کچھ سیکھنا پڑتا ہے۔ خود سائندمان بن کر اپنے آپ پر تجربات کرنے پڑتے ہیں۔
نشہ کرنے والوں کی بجائے نشہ چھوڑنے والوں سے رشتہ بنانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت کچھ کرنا پڑتا ہے، کوئی ایسی ہستی ملاش کرنا پڑتی ہے، جو آپ سے بڑھ کر ہو، تب ہی آپ کا یہ ”پاگل پن، ٹھیک ہوتا ہے۔“

نیک بخت نے چونک کر کہا، ”ارے! ایسی بات نہیں، اپنے ساتھ بخت نہ ہوں۔“

”بار بار تکلیف اٹھانا اور بار بار وہی کام کرتے“

رہنا، پاگل پن نریں تو اور کیا ہے؟“

اسجد کرنے لگا، ”بار بار تکلیف اٹھانا اور بار بار وہی کام کرتے رہنا، پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے؟“

”تو پھر آپ نشے سے نجات کیلئے کیسے آگے بڑھے؟“

”خود کو نشانے پر رکھنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی کا ہمی کھاتہ بنانا پڑتا ہے، کیا لٹ گیا اور کیا فتح گیا،“

اُس کا حساب کتاب جوڑنا پڑتا ہے، کسی خوف کے بغیر اپنی زندگی کے ہر کونے کھدرے میں

بھائنا پڑتا ہے۔ یہا پنے سینے میں نوک دار خجر گھوپنے والی بات ہے، لیکن خود فرمی اور گمراہی

کا جال اس کے بغیر نہیں ٹوٹتا۔“

”آپ نے یہ اتنا بڑا کام کیسے کر لیا؟“

”ایک دم کچھ نہیں ہوتا، پہلے فیصلہ کرنا پڑتا ہے، اپنی مرضی اور زندگی کا رخ خدا کی جانب

موڑنے کے بعد ہی عمل کی باری آتی ہے تاہم نظریہ بدلنے سے پہلے بہت زیادہ اہتمام ضروری

ہے۔“

”بس یہی کچھ؟“ نیک بخت نے پوچھا۔

”نئی زندگی کا سفر آہستہ آہستہ نئے سانچوں میں ڈھلتا ہے لیکن آپ یقینی طور پر یہ منزل پالیتے ہیں“

”نہیں! اور بھی بہت کچھ، اپنے آپ سے، اپنے خدا سے اور کم از کم ایک اور بندے سے اپنی غلط کاریوں کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس اقرار کے بعد آمادگی بھی چاہیے کہ کردار کی یہ خامیاں دور ہو جائیں۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے خدا سے التجا کی جائے تو بات بنتی ہے۔“

”یہ تو بہت ٹال آرڈر ہے۔“

”ابھی تو اور بھی بہت کچھ ہے۔“

”نئی زندگی کا سفر آہستہ آہستہ نئے سانچے میں ڈھلتا ہے، لیکن آپ یقینی طور پر یہ منزل پالیتے ہیں۔ یہاں پہلے ہم ان لوگوں کی ایک فہرست بناتے ہیں جنہیں ہم نے نقchan پہنچایا اور پھر معافی تلاشی کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ہم براہ راست معافی تلاشی کرتے ہیں چہ جائیکہ ایسا کرنے سے اُن کو یا کسی اور کو مزید نقchan پہنچنے کا اندریشہ ہو۔ اس کے بعد ہم اپنی زندگی میں آئندہ محتاط رہتے ہیں، روزانہ اپنا حساب کتاب کرتے ہیں، اگر مزید کوئی غلطی ہو تو فوراً مان کر درست کر لیتے ہیں۔“

”اور کچھ، نیک بخت نے کریڈنا چاہا؟“

”بس دو ہی تھنا ہیں سرفراست ہونی چاہیں،

ایک یہ کہ بعارت لئے خدا کی رضا کیا ہے؟

دوسرا یہ کہ اُس کی توفیق مل جائے۔“

”دعا اور راہنمائی کیلئے خدا سے اپنا شعوری رابطہ مضبوط بناتے ہیں، اور جس میں بس دو ہی تھنا ہیں سرفراست ہوتی ہیں، ایک یہ کہ ہمارے لئے اس کی رضا کیا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ اُس کی رضا پر چلنے کی توفیق مل جائے!“

”بس ختم؟“، نیک بخت نے پوچھا۔

”بس باقی ایک بات اور، جب ان بالتوں پر عمل کرتے کرتے ہمیں روحانی بیداری حاصل ہو جائے تو روزمرہ بندیاول پر ان نشیوں تک روشنی کا پیغام پہنچاتے ہیں، جو انہی تکلیف سے بےبلاء رہے ہیں، تاہم ان کا جو بھی ہو ہم اپنی زندگی میں بحالی کے ان اصولوں پر عمل پیرا رہتے ہیں۔“

”روحانی بیداری سے کیا مراد ہے؟“، نیک بخت نے پوچھا۔

”سادہ ہی بات ہے، ہم مقابلے بازی اور من مانی کرنے سے باز آ جاتے ہیں، صبرا اور احسان کو مانتے ہیں اور اپنے اندر سے ابھرتے ہیں، کسی کو چھاڑنا ہماری زندگی سے نکل جاتا ہے۔ اچھے معاملج اور نشر چھوڑنے والوں کی مدد بھی ضروری ہے۔ چکنے لوگوں، چکنی جگہوں اور چکنے

وقات سے بچنا پڑتا ہے۔“

”چکنے لوگوں چکنی جگہوں کی سمجھ آتی ہے لیکن چکنے وقایت؟“

”غلط لوگوں اور غلط جگہوں کے علاوہ شام کو اپنی حفاظت ضروری ہے۔ اور ہاں! پارٹی بھی بدلتا پڑتی ہے!“

نیک بخت نے مخصوصیت سے پوچھا، ”آپ سیاسی جماعت کی بات کر رہے ہیں؟“

”جلدی سونا اور جلدی اٹھنا سونے“

پر سرماکے والی بات ہے!

”جی نہیں! جو لوگ پارٹی کر کے شاموں کو نگین بناتے ہیں اُن سے دور رہنا ہو گا، شام جوں جوں رات میں ڈھلتی ہے، خطرناک ہوتی چلی جاتی ہے“، اسجد نے کہا، ”بچاؤ کیلئے جلدی سونا اور جلدی اٹھنا سونے پر سہاگے والی بات ہے! میں نے آخرا کارپی زندگی بنالی۔“

”ایسے موقعوں پر لوگ اللہ تعالیٰ، ماں باپ اور معائج کو کریڈٹ دیتے ہیں۔“

”اللہ تو نیت دیتا ہے، فیصلی تعاون کرتی ہے، معانیج را ہنمائی کرتے ہیں تاہم اپنی کارکردگی ہی نتائج پیدا کرتی ہے، بھائی کے روڈ میپ پر آگے بڑھتے رہنا ضروری ہے۔ یہ بالکل گوگل میپ کی طرح ہے، اگر آپ راستہ کھو دیں تو نیاراستہ سامنے آ جاتا ہے۔ زمانہ بہت بدل گیا ہے نئے سے بھائی کے اقدامات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ صرف قوتِ ارادی سے نشہ

چھوڑنے کا مطلب تو یہی ہے کہ آپ کو دھڑکا لگا رہے گا!“

نیک بخت نے کہا، ”آپ کا حق بتتا ہے کہ نازکریں لیکن ہماری اعلیٰ تخلیق کا کریڈٹ اللہ کو ہی جاتا ہے۔“

اسجد نے کہا، ”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، ایک سرجن نے یہ بات مجھے تب سمجھائی تھی جب میرا اپنڈکس کا آپریشن ہوا تھا۔ جب میں نے سرجن کی اس بات پر تعریف کی کہ آپ نے زخم کو بہت اچھا جوڑا ہے، تو اُس نے کہا کہ میں نے صرف کناروں کو نزدیک کیا ہے، جوڑا تو اور پر والے نے ہے۔“

”نشہ چھوڑنے کیلئے شیم سے نجات چاہیے، شخصیت کو چھپانا نہیں، سجانا ضروری ہے!“

”آپ نے گرہ کھول دی!“ مجدد نے پہلی دفعہ بات میں حصہ لیا، ”سامنس نے نشہ چھوڑنے کے سارے راز کھول دیئے!“

نیک بخت نے کہا، ”کھل کر بات کرنا قابل ستائش ہے۔ کیا آپ ہمیشہ سے ہی ایسے تھے؟“ ”نہیں، ابتداء میں بہت ڈرتا تھا کہ اگر میں نے لوگوں کو سچ سچ بتا دیا کہ میں اصل میں کون ہوں؟ تو لوگ مجھ سے بدک جائیں گے۔ میرے پاس جو کچھ تھا سامنے رکھ دیا۔ بدل جانا میرا سرمایہ ہے اور سب اسے سراہتے ہیں۔ میں اپنے بارے میں درحقیقت وہی کچھ جانتا ہوں جو آپ کو بتا سکتا ہوں، نشہ چھوڑنے کیلئے شخصیت کو چھپانا نہیں سجانا ضروری ہے۔“

”اور شخصیت کو سجانے سے آپ کی کیا مراد ہے؟“ نیک بخت نے پوچھا۔

مجدد نے بات شروع کی، ”کئی چیزیں ہیں، سب سے پہلے تو اندر کی شیم سے نجات پانا ضروری ہے۔ شیم باندھ کر رکھ دیتی ہے، اس سے نکلا ایک مستقل جدو جہد ہے۔ اپنی بے قرار یوں پر قابو پانا بھی ضروری ہے۔ ہماری بے یقینی کی کیفیت بھی اہم ہے، کئی باقتوں میں اپنی بے کسی تسلیم کرنا اور عقل سلیم کو بڑھاتے رہنا بھی ضروری ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”سچ میں آپ دونوں بھائیوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“

اجبد نے گھڑی کی طرف دیکھا اور اجازت چاہی، دونوں بھائی ماں سے گلے ملنے اور رخصت ہو گئے۔ نیک بخت نے بھی اگلی ملاقات طے کر کے انمول ماں سے اجازت چاہی۔

”انمول طریقوں میں اچھے احساس کا لین دین“

ہی اصل ”طریقہ واردات“ ہے!

نیک بخت صبح ہی انمول ماں کے ہاں پہنچیں۔ آج کی ملاقات ناشتے پر طبھی۔ انمول ماں نے نیک بخت کو خوش آمدید کہا اور سوال کیا، آپ کی ”مہم“ اپنے عروج پر ہے، آپ نے اب تک کیا سیکھا؟

نیک بخت نے بات شروع کی، ”اب تک مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ لوگ آپ کو ”انمول“ کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے اپنے بچوں کے ساتھ گول سینگ کا قیعنی کیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے ان کی خواہشات کیسے پوری ہوں گی؟ آپ نے انہیں بتا دیا کہ اچھی کار کردگی کیا ہوتی ہے؟ پھر آپ یہ جائزہ لیتی تھیں آپ کے بچے کب اچھارو یہ اپناتے ہیں تاکہ آپ انہیں فوری طور پر تعریف اور شabaش دے سکیں، اور اگر وہ غلط روایہ اپنا کیں تو آپ انہیں نظر ثانی کیلئے کہہ سکیں۔ بس بھی ہے آپ کا ”طریقہ واردات!“

انمول ماں نے پوچھا، ”اور اس طریقہ واردات بارے آپ کی رائے کیا ہے؟“

نیک بخت نے کہا، ”میں ہکا بکا ہوں، یہ سب کچھ اس قدر سادہ اور آسان ہے کہ کارگرا اور مفید نہیں لگتا! تاہم آپ نے ان کے ذریعے شاندار نتائج حاصل کئے۔“

انمول ماں نے زور دیتے ہوئے کہا، ”یہ طریقے موثر ہیں تو تجسس کیوں؟ آپ آم کھائیں، پیڑ کیوں گلتی ہیں؟“

”شباش میں تو لوہومبنگ کرتے ہیں، نظر ثانی کی اپیل میں بھی تجدید محبت کرتے ہیں!“

نیک بخت نے کہا، ”در اصل میں آم بھی کھانا چاہتی ہوں اور پیڑ بھی گناہ چاہتی ہوں، اسی لئے پہلے یہ جانا چاہوں گی کہ یہ طریقے اس قدر موثر کیوں ہیں؟“

انمول ماں نے کہا، ”نظر ثانی کی اپیل میں جب آپ نکتہ چینی کرتے ہوئے ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو پھر آپ رُک کر جذباتی یوڑن لیتے ہیں اور اپنا نیت کے ساتھ تجدید محبت کا گیئر لگاتے ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے انمول شباش دیتے ہوئے پیار کی برسات تو کرتے ہی ہیں۔ یہی اپروڈج ان طریقوں کو انمول بناتی ہے۔ ہم جس قدر سیکھتے ہیں اسی قدر اچھا احساس اجاگر کرنے لگتے ہیں۔ اب ہم کہاں سے شروع کریں؟“

نیک بخت نے کہا، ”میں نے آپ کے سب بچوں سے ملاقات کی اور انہیں خوش و خرم اور تو انائی سے بھر پور پایا۔ کیا انمول طریقوں پر واپسی ایک منٹ خرچ ہوتا ہے؟“

انمول ماں نے کہا، ”نہیں، بلاشبہ، ایسا نہیں ہے۔ یہ صرف کہنے کا انداز ہے، مودہ اور مزاج پر قابو نہ رکھیں تو قدرے زیادہ وقت لگتا ہے۔ یہ طریقے دہرانے پڑتے ہیں۔ اکثر گھروں میں سمجھا جاتا ہے کہ یچھیدہ مسائل ایک لمبی مینگ کے ذریعے حل کئے جاسکتے ہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔ بار بار لیکن مختصر مذاکرات کامیابی کی کنجی ہیں۔ ہر مینگ کا دورانیہ طے شدہ ہونا چاہیے۔ کامیابی کیلئے انمول طریقے جاری رکھیں، انمول طریقے کاشتکاری کی طرح ہیں پھل کی توقع بعد میں رکھیں۔ جو ماں میں روایتی طریقے استعمال کرتی رہی ہوں وہ ان سے جلد بیزار ہو جاتی ہیں۔“

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟“

”بچوں کے ساتھ گول سینگ سب سے اہم ہے، شبابش اور نظر ثانی کا جواز اسی طرح پیدا ہوتا ہے!“

”اکثر ماں میں ابھی بھی اپنی سب سے اہم ذمہ داری گھر کی صفائی تحریکی بھتی ہیں، وہ اس کام کو جنون کے ساتھ انعام دیتی ہیں اور بچوں کی تربیت کا معاملہ آئے تو کہتی ہیں، ”آج آلے تمہارا بابا! وہ تمہاری ہڈی پسلی ایک کرے گا۔“

نیک بخت نے کہا، ”آلے تمہارا بابا، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی!“

انمول ماں نے جواب دیا، ”بالکل درست! جب ماں میں اپنے بچوں کی دیکھ بھال، نگہداشت اور اصلاح سے پہلو ہی کرتی ہیں تو وہ اچھی ماں میں ثابت نہیں ہوتیں۔ والدین کا فرض ہے وہ بچوں میں الہیت پیدا کریں۔ یہ خواتین چاہتی ہیں کہ ان کے بچے منفث میں ”سید ہے“ ہو جائیں، سچائی یہ ہے کہ جتنا گڑڑا لیں اتنا ہی میٹھا ہو گا۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”اگر بچوں کا رو یہ پہلے ہی سے اچھا ہو، اور وہ پہلے ہی سے تمیزدار اور مہذب ہوں تو پھر آپ کیا قدم اٹھائیں گی؟“

انمول ماں نے کہا، ”گزشتہ چند دنوں کے اندر آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کے متعلق غور کریں اور بتا کیں بچوں کے رو یوں پرمیری بیٹھیوں نے کس قدر وقت خرچ کیا؟“

”کچھ زیادہ نہیں، لیکن جتنا بھی وقت خرچ کیا زیادہ تر وہ گول سینگ کرتے ہوئے گزر را۔“

انمول ماں نے جواب دیا، ”بالکل درست! بالکل درست!“ پھر انہوں نے ہنستے ہوئے کہا، ”اس مذاق کے لئے میں آپ سے معذرت چاہتی ہوں۔“

”اگر آپ کو بچوں کی تربیت کا بُش آتا“

ہے تو یہ بہت مزے کا کام ہے،

نہیں آتا تو درد سر ہے!

نیک بخت کو معلوم نہ ہو سکا کہ انمول ماں، کس بات کو مذاق کہہ رہی تھیں؟ انہوں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا، ”چی بات تو یہ ہے کہ جب میں انمول ماں بننے کیلئے آپ کی بیٹیوں سے ملاقات کر رہی تھی تو مجھے حیرت تھی کہ کہیں میں پریوں کی دنیا میں تو نہیں پہنچ گئی؟ یہ سب کچھ اس قدر آسان اور سادہ تھا، لیکن جب بیٹیوں کے بکھرے سامنے آئے تو کڑا کے لکل گئے۔“

انمول ماں نے اپنی انداز میں سر ہلا کیا اور کہنے لگیں، ”اکثر ماں کو معلوم ہی نہیں کہ اپنے بچوں کی اصلاح، کس قدر آسان اور سہل ہے، انہیں بار بار بتایا جاتا ہے یہ یقیناً اور سر کھائی والا کام ہے۔ وہ دیکھا دیکھی روایتی طریقے اپناتی میں، وہ اپنے بچوں کو بے رحمانہ تنقید کا نشانہ بناتی ہے اپنے ذات کے متعلق بہتر محسوس نہیں کرتے اور مراحت کرتے ہیں۔ جب بچے کو معلوم ہو کہ اس کا رو یہ رہا ہے، مگر اس کی ذات اور شخصیت بری نہیں ہے، تو اس میں بُرھیا بننے کیلئے جوش پیدا ہوتا ہے۔“

نیک بخت کہنے لگیں، میرا خیال ہے کہ میں آپ کی بات سمجھ چکی ہوں۔ اگر ”کیا؟ کیوں؟ کیسے؟“ کے جواب مل جاتے تو میں زیادہ سمجھ پاتی۔“

انمول ماں کھڑکی کی طرف گئیں اور نیک بخت کو آنے کے لئے کہا، ”دیکھیں! گولف کو رس میں کیا ہوا ہے؟“

”اس چیز کی تلاش بہت مشکل ہوتی ہے جسے ہم
دیکھ نہیں سکتے! انمول گول سینگ سے ہمیں
چیز بیں دکھائی دینے لکھتی ہیں!“

”ارے! آپ کے گھر سے گولف کو رس کا نظارہ کس قدر لکھ دکھائی دیتا ہے۔“
پھر انمول ماں نے کہا، ”اس نظارے کی وجہ سے بہت سے لوگ میرا گھر خریدنا چاہتے ہیں،
پر آپ مجھے بتائیں، اگر گولف کا گیند بھی سبز رنگ کا ہوتا تو کیا ہوتا؟؟“
نیک بخت انوکھی بات پر سکرائے گئیں اور کہا، ”گولف کا کھیل ممکن نہ ہوتا۔“
انمول ماں نے کہا، ”گیند، گھاس کے رنگ کے ساتھ گلدڑ ہو جاتی، اور اسے تلاش کرنا بہت
مشکل ہو جاتا۔“

نیک بخت نے کہا، ”اس چیز کی تلاش بہت مشکل ہوتی ہے جسے آپ دیکھنیں سکتے؟“
انمول ماں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، ”فرض کریں آپ گولف کی کھلاڑی ہیں اور ایک
خاتون کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں جو ایک خوبصورت اور سفید گیند استعمال کر رہی ہیں اور
آپ کو سبز گیند کے ساتھ کھلینے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔“

نیک بخت نہیں اور کہنے لگیں، ”ایسے مقابلے سے احتجاجاً ہر نکل جاؤں گی۔“
انمول ماں نے کہا، ”آپ کے احتجاج کی وجہ؟“

**”جب بچوں کی تعنائیں ستاروں کی طرح چھکتی
نظر آئیں تو ان میں کچھ کر گزرنے
کا جوش پیدا ہوتا ہے!“**

”جب مختلف کھلاڑی کو ناجائز طور پر فائدہ پہنچایا جائے تو میں کھپ ڈالوں گی۔ درحقیقت، اس طرح تو میں اچھا کھلینا بھی چاہوں تو نہیں کھلیں پاؤں گی۔“

انمول ماں نے کہا، ”جب آپ کی خواہشات، تمباکیں اور آرزوں کیں ستاروں کی طرح چھکتی نظر نہ آئیں تو جوش کہاں سے آئے گا؟“

اب نیک بخت کہنے لگیں، ”تو یہی نظر یہ بچوں پر بھی لا گو ہوتا ہے جو چیز صاف دکھائی دے اور فائدہ بھی واضح ہو تو مزہ دو بالا ہو جاتا ہے۔“

”بالکل درست! ہر کچھ چاہتا ہے۔ اچھا نظر آئے، مزہ کرئے اور فائدے میں رہے، یہ سب انمول گول سینگ سے آسان ہو جاتا ہے۔“

انمول ماں نے دیوار پر آویزاں ایک کہاوت کی طرف اشارہ کیا:

”جو کچھ آپ سوچتے ہیں، آپ وہی بن جاتے ہیں۔“

یہس نے کہا؟، ”نیک بخت نے پوچھا۔“

”دنیا کے تمام فلسفی اس نظریے پر متفق ہیں، آج کے سامنے دان بھی اس کہاوت کو پسند کرتے ہیں۔ جب کسی چیز کو زیادہ سوچا جاتا ہے تو وہ پہلے سے ٹھوں شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ بہترین طریقہ ہے،“ شیکسپیر نے کہا تھا، ”اگر آپ کا ذہن آمادہ اور تیار ہے تو پھر ہر چیز ممکن ہے۔“

انمول ماں نے کہا، ”بالکل درست لیکن لکھنے ہوئے اہاف بچوں کیلئے یکساں کارگر اور مفید ہیں۔ بس پھر سوچتے رہیں، لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیک بخت نے گرہ لگائی۔“

”بے یقینی اور بے بسی سے پیدا ہونے والی بے چینی ہمیں مفلوج کر دیتی ہے!“

”کیونکہ اس طرح سب سے بڑی رکاوٹ اور مشکل دور ہو جاتی ہے، انمول ماں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا،“ بے یقینی اور بے بسی سے پیدا ہونے والی بے چینی ہمیں مفلوج کر دیتی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”بے چینی سے اچھی کارکردگی کیسے منتشر ہوتی ہے؟“

”فرض کریں کہ آپ کو ایک ایسے تختہ پر چلنے کے لئے کہا جائے جس کی موٹائی 18 انج، چوڑائی 12 انج اور لمبائی 20 فٹ ہو۔ یہ تختہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ تختے کے آخر میں 5000 روپے کا کڑکڑا تانوٹ ہے، اگر آپ تختے پر چلتے ہوئے دوسری طرف جانے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ روپے آپ کے ہو سکتے ہیں۔“

”یقیناً! یہ تو بہت آسان ہو گا۔“

”ٹھیک! اگر یہ تختہ زمین سے اٹھا کر دو عمارتوں کے درمیان پل کی طرح رکھ دیا جائے، اب بتائیں کہ 5000 روپے کیلئے آپ اس تختے کو عبور کرنا چاہیں گی؟“

نیک بخت یہ بات سن کر قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئیں اور ہنسنے ہوئے ہو لیں، ”یہ میں کسیے کر سکتی ہوں، بلندی پر تیز ہوا چل رہی ہوتی ہے۔“

”اگر ہوابا لکل نہ چل رہی ہو اور دوسری جانب لاکھ روپیہ ہو؟“

”اگر دس لاکھ بھی موجود ہو، تب بھی نہیں!“

نیک بخت نے اعتراف کرتے ہوئے کہا، ”مجھے خدشہ ہو گا کہیں میں گرنہ جاؤں، انجانا خطرہ مجھے دوسری جانب جانے سے روکتا ہے، لیکن اس کا گول سینگ سے کیا لینا دینا؟“

”پریشانی ہماری کار گردگی پر بُرا اثر ڈالتی ہے گول سینٹنگ سے پریشانی کم ہو جاتی ہے!“

”بہت کچھ! خوف کے باعث انسان کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور اس کی بدترین قسم بے چینی ہے، بلکی پچھلکی اور مسلسل بے چینی۔ گول سینٹنگ بے چینی کم کر دیتی ہے اس لئے پچھے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، انمول ماں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی،“ بے شک آپ یہ معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ یہ طریقے خوف کیسے دور کرتے ہیں؟“
”یقیناً! میں یہی چاہتی ہوں!“

”1965 کی جنگ کے دوران واگہ بارڈر کے قریب بم گرتے رہتے تھے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یہ بمباری ختم ہو گئی، اس کے باوجود ان سیتوں کے لوگ اکثر آسمان کی طرف ہی دیکھتے رہتے کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ دوبارہ بمباری ہو گئی۔“

نیک بخت نے کہا، ”میں نے سنا ہے، وہاں پچھے سمجھتے تھے کہ اگلا بم گرنے ہی والا ہے۔“

”کیا دماغی امراض کے ہستال ان لوگوں سے بھرے ہوتے تھے؟“

”پتا نہیں لیکن جنگ کے بعد لوگوں کی دماغی صحت گرجاتی ہے۔“

”لوگ سامنے موجود خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن وہ انجانے خوف اور بے چینی کا مقابلہ

نہیں کر سکتے، یہ ان کی صلاحیت کھا جاتا ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”بچہ زیادہ انجان ہوتے ہیں اسلئے انجانے خوف انہیں زیادہ پریشان کرتا ہے!“

”بچے انجان ہوتے ہیں اسلئے انجانا خوف

انریں زیادہ پر یشان کرتا ہے!“

انمول ماں نے قہقہہ لگایا، اور نیک بخت کو تھکنی دیتے ہوئے کہا، ”شاباش!“

گفتگو کے دوران رات ہو گئی اور موسم بھی کافی سرد ہو گیا۔ انمول ماں کشمیری چائے لینے کچن میں چلی گئیں، کچھ ہی دیر بعد دونوں خواتین گرم گرم چائے کی چسکیاں لے رہی تھیں۔

انمول ماں نے دوبارہ گفتگو شروع کی، ”آپ نے میری باتیں بہت اچھی طرح سنیں۔ کوئی مجھ سے پوچھتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ کسی کو بتانے سے خود بھی بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ جاتی ہے اور عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سیکھو، سکھاؤ اور عمل کرو، بہت کامیاب فارمولہ ہے۔“

نیک بخت نے انمول ماں کا شکر یہ ادا کیا، وہ چند لمحوں تک اس کیفیت سے لطف اندوڑ ہوتی رہیں، پھر کہنے لگیں، ”آپ نے مجھے شاباش دی ہے اور مجھے بہت مزہ آیا ہے۔ سچ پوچھیں تو یہ طریقہ بہت ہی مزے کا ہے۔“

انمول ماں نے پوچھا، ”آپ کو یہ سب کچھ اس لئے اچھا محسوس ہو رہا ہے کیونکہ آپ یہ سب کچھ اپنے بچے کیلئے کر رہی ہیں۔“

نیک بخت کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ انمول ماں نے ان کا سوال بھانپ لیا، ”میرا اندازہ ہے کہ آپ کو اس بات پر تحسس ہے کہ شاباش کیوں مفید ہے؟“

نیک بخت نے کہا، ”آپ نے میرے منہ کی بات پوچھیں لی۔ اب بتاویں کہ ایسا کیوں ہے؟“

”ہم بچے کے راستے سے رکاوٹیں ہٹا دیتے ہیں، اور جب وہ کامیاب ہوتا ہے تو بچے کو شabaش دیتے ہیں!“

انمول ماں نے کہا، ”شاباش اس لئے موثر ہے کیونکہ یہ ایک فطری طریقہ ہے۔“

نیک بخت نے حیرانی سے پوچھا، ”فطری طریقہ؟“

”ایک بچے کی دو باتیں ہمارے اندر جوش پیدا کرتی ہیں۔ جب وہ چلتا ہے اور جب وہ بتیں کرتا ہے۔ جب بچہ چلانا سیکھتا ہے تو والدین کا ر عمل کیا ہوتا ہے؟“

”والدین اپنے بچے کو کپڑتے ہیں، اس کا ہاتھ تھام کر چند قدم ساتھ پلتے ہیں۔“
”اور وہ اپنے بچے سے کیا کہتے ہیں؟“ انمول ماں نے پوچھا۔

”بچ کی تعریف کرتے ہیں۔ جب بچہ گھٹنوں کے بل چلتے چلتے ایک دن میز کپڑ کر چلانا شروع کرتا ہے تو ہم نئھے نئھے قدم اٹھانے پر کتنا خوش ہوتے ہیں۔“

نیک بخت بولیں، ”ہم بچے کی تعریف کرتے ہیں، شabaش دیتے ہیں اور راستے میں آنے والی ہر چیز پر ہٹا دیتے ہیں۔ شabaش کا مطلب ہے بادشاہ ہنو!“

”پھر والدین اس کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟“ انمول ماں نے پوچھا۔

والدین بچے کو کپڑ کر گلے لگاتے ہیں، چوتھے ہیں اور پھر کہتے ہیں، ”ادھردیکھو! کھڑے ہو جاؤ۔ خود ہی چلنے کی کوشش کرو! ڈرومٹ میرے شیر!“

”بالکل درست! اب ایک لمحے کے لئے سوچیں، کیا یہ سب عجیب و غریب تو محسوس نہیں ہوتا؟“

نیک بخت نے بے دھڑک کہا، ”یہ تو حوصلہ افزائی ہے، عجیب کیوں گلے گا؟“

”تعریف سے بچہ چلنا اور بولنا سیکھتا ہے اور والدین لطف اندوز اور خوش ہوتے ہیں!“

”عام طور پر جب بچہ چھوٹے ہوتے ہیں تو تمام والدین یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اب ہم ذرا آگے چلتے ہیں۔ جب بچہ کھڑا ہونا سیکھ جاتا ہے تو پھر والدین کارڈ مل کیا ہوتا ہے؟“

”والدین اپنے بچے کا بازو تھام لیتے ہیں اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ وہ ان کی طرف قدم اٹھاتا ہوا آئے اور نہایت محتاط انداز میں بچے پر نظر رکھتے ہیں کہ کہیں وہ گرنہ جائے۔ اب اس مرحلے پر غور کریں، والدین آہستہ آہستہ بچے کو صحیح طرح چلنا سکھاتے ہیں اور بچے کی طرف سے ہر کام میابی پر والدین کیا ر عمل ظاہر کرتے ہیں؟“

”والدین نہایت جوش و خروش کے ساتھ بچے کی تعریف اور مرح مراجی کرتے ہیں۔“

”بالکل درست! اس طرح بچے میں اپنی ذات اور شخصیت کیلئے محبت پیدا ہوتی ہے، بچے میں خود اعتمادی اگڑا کیاں لینے لگتی ہے!“

نیک بخت کہنے لگیں، ”بچہ چلنا اور بولنا سیکھتا ہے اور والدین لطف اندوز اور خوش ہوتے ہیں۔“

انمول ماں نے جواب دیا، ”تعریف تیزی سے سکھنے میں مدد دیتی ہے۔“

یہی اصول، باتیں سکھنے کے عمل پر بھی لا گو ہوتا ہیں۔ فرض کریں آپ کی لاؤ پیاسی ہے اور پانی مانگتی ہے، ابھی آپ ماں نہیں بنیں، لیکن آپ بتا سکتی ہیں کہ جب تک بچہ آپ سے شستہ اردو میں یہ نہ کہے کہ ”ای جان، بر اکرم، مجھے پیسے کے لئے پانی چاہیے، کیا آپ اُسے پانی نہیں دیں گی؟“ نیک بخت بولیں، ”کیوں نہیں دوں گی؟ لیکن وہ کچھ بولے تو!“

”اگر وہ بار بار مم کہے؟“

نیک بخت نے کہا، ”میں نہیں سمجھتی کہ اب میں مزید انتظار کروں گی۔“

”برہترین معیار کیلئے انتظار کرتے رہنے سے گریب اچھا ہے کہ کام شروع کر دیں اور بعد میں معیار بڑھالیں!“

”درست! آپ کی بیٹی نے کسی نہ کسی طرح آپ کو یہ بتادیا ہے وہ پیاسی ہے۔ وہ ممکن ہتھی ہے اب آپ پر جوش ہیں۔ یہ پہلا لفظ ہے جو آپ کی بیٹی نے اپنی زبان سے ادا کیا۔“

نیک بخت نے جواب میں کہا، ”میں بہت خوش ہوتی، اسے بہت زور سے گلے لگاتی۔ چ تو یہ ہے کہ میں جلال پور جٹاں اس کی نانو کو فون کرتی کہ وہ کتنی لا جواب پچھی ہے؟“

انمول ماں نے جواب دیا، ”اہم بات یہ ہے کہ اس طرح آپ کا بچہ نہایت تیزی کے ساتھ بولنا سکھے گا، کیونکہ آپ نے یہ انتظار نہیں کیا کہ آپ کا بچہ پانی مانگنے کے لئے بالکل درست لفظ بولے تو میں شبابش دوں۔ آپ نے ”تقریباً“ صحیح لفظ پر جوش و خروش کا اظہار کیا۔ آپ کا یہ رو یہ انمول ماں بننے کا سب سے اہم حصہ ہے۔ جب کبھی میں کوئی کام کرتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوتی ہوں تو میرے دل میں ایک خیال آتا ہے۔“

انمول ماں نے کہا، ”بہت اہم ہے کہ میں فوراً ہی اپنے ہدف پر کام کرنا شروع کر دوں، اور یہ نہ سوچتی رہ جاؤں کہ میں اسے تب کروں گی جب میں اسے بہترین معیار پر کرسکوں“، انمول ماں نے اپنی بات آگے بڑھائی، ”آپ فقط اس لئے اپنے بچے کی تعریف کرتے ہوئے کنجوں سے کام نہ لیں کہ ابھی اُس نے وہ کام اونچے معیار پر نہیں کیا۔ اب بلاشبہ آپ یہ بھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کی پانچ سالہ بیٹی ریسٹوران جائے اور وہاں جا کر اپنے لئے مطلب کرے۔“

نیک بخت اس عجیب و غریب مثال پر مسکرا دیں۔

”بچے فطری طور پر چاہتے ہیں والدین انہیں کوڈ میں لیں، کلے لکائیں اور باتیں کریں!“

پچی جب بھی نیالناظ بولے آپ اسے شاباش دیتی ہیں، آپ اسے گلے لگاتی ہیں، اسے چوتھی ہیں۔ ایسا کیوں؟“

نیک بخت نے کہا، ”کیونکہ چھونا بھی شاباش کا بہت اہم حصہ ہے۔“

”اگر آپ کا بچہ زیادہ بڑا ہے، یا آپ کے ہاں گلے لگانے کا رواج نہیں، تو پھر اس کے لئے محض محبت بھر امس ہی کافی ہو گا۔ یہ اہم ہے، یہ تعلقات میں انقلاب لاتا ہے۔“

پندرھویں صدی کا ایک شہنشاہ جاننا چاہتا تھا لوگ بولنا کیسے شروع کرتے ہیں؟ اس نے نئے بچوں کو اپنے والدین سے الگ لے جا کر روایت سے ہٹ کر ان کی پروش شروع کی۔

”زرسیں بالکل رو بوٹ کی طرح بچوں کی صفائی سترائی اور دودھ کیلئے آتیں۔ وہ زبان سے کچھ نہ بولتیں اور رخصت ہو جاتیں، بچوں کو چھووا بھی نہ جاتا، کئی مہینے گزر گئے۔“

نیک بخت تیوڑی چڑھا کر کہنے لگیں، ”یہ تو سائنسی تجربے کی بجائے ظالمانہ ہم جوئی لگتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے میری پروش اُس ماحول میں نہیں ہوئی۔“

”آپ درست کہتی ہیں، یہ ایک ظالمانہ اندماز تھا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ان بچوں پر کیا گزری؟“

نیک بخت نے کہا، ”پہلے میں یہ بتا دوں، انہوں نے بولنا نہیں سیکھا ہو گا، اور خوشی سے محروم رہے ہوں گے کیونکہ بچے فطری طور پر چاہتے ہیں کہ انہیں آغوش میں لیا جائے، انہیں گلے لگایا جائے اور ان کے ساتھ با تین کی جائیں تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ ان کی شخصیت اہم ہے،“

پھر نیک بخت نے پوچھا، ”ان بچوں کے ساتھ آخر میں کیا ہوا؟“

”بچوں کو پیار اور محبت بھرا لمس نہ مل تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے!“

”سال کے آخر میں اکثر بچے شدید بیمار ہنے لگتا ہم انہیں بہترین علاج ملا۔“

نیک بخت کو بہت صدمہ ہوا، انہوں نے بکشکل تھوک نگلی اور کہا، ”یا اللہ!“

انمول ماں نے نہایت شفقت سے کہا، ”اس تجربے میں بچوں کے بیمار ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ انہیں خواراک، مناسب ٹپر پچر، صفائی اور لباس جیسی بیوادی سہوتیں حاصل تھیں۔ تاہم

ان میں سے کتنی ایک سال کے اندر اندر جان سے چلے گئے۔“

نیک بخت نے افسوس کے عالم میں کہا، ”اوہ مائی گاؤ، کس قدر غیر انسانی واقعہ ہے!“ وہ کچھ

دیریو بچوں میں ڈوبی رہیں اور پھر کہنے لگیں، ”ان بچوں نے جان کیوں کھو دی؟“

”آج کے ماہرین بھی نظر انداز ہونے والے بچوں کا یہی انجام دیکھتے ہیں۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”بچوں کے ساتھ پیار و محبت نہ کیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے؟“

انمول ماں نے کہا، ”بہت خوب، پیار پر متنی تعلق بکوں اور والدین، دونوں کیلئے لازم ہے، خاص

طور پر بچوں کیلئے، کیونکہ اپنے والدین پر انحصار ان کی زندگی کو بچوں کی طرح کھلنے کا موقع

دیتا ہے۔ آگے بڑھنے کیلئے بڑوں کا جذباتی سہارا ضروری ہے، اس سہارے سے ایسی خوشبو

جمن لیتی ہے جو چار سو پھیلتی ہے۔ بکوں کو پیار میسر نہ آئے تو وہ قوت مدافعت کھو دیتے ہیں۔“

”محیی معلوم نہ تھا کہ پیار بھر لمس، اس قدر اہمیت کا حامل ہے۔“

انمول ماں نے جواب دیا، ”لمس بچوں کے ساتھ تعلق بنانے کا احسن طریقہ ہے، اور اگر یہ

لمس، ایمانداری پر مبنی ہو تو مجزے برپا ہوتے ہیں۔“

”اگر ہم اپنے بچوں کے چھروں کو“

مسدحور کن نظرؤں سے دیکھیں

تو ان پر سحر طاری ہو جاتا ہے!“

نیک بخت نے کہا، ”زبردست! وہ لوگ جو بچوں کو چھوتے ہیں وہ ان کی نشوونما میں انمول کردار ادا کرتے ہیں۔“

انمول ماں نے کہا، ”یاد رکھیں، آپ جس قدر سمجھداری سے کام لیں گی، یہ طریقہ اسی قدر زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ صرف جسمانی طور پر ہی نہیں بلکہ بچے کو آنکھوں کے ذریعے بھی اپنے لمس سے سرفراز کر سکتی ہیں۔“

”وہ کیسے؟ آپ کے پاس ہمیشہ کوئی نہ کوئی انمول خیال ہوتا ہے!“

”میں اپنی روزانہ کی مصروفیات میں سے کچھ نہ کچھ وقت نکال کر اکثر اپنے بچوں کے چہروں کی طرف مسحور کن نظرؤں سے دیکھتی ہوں،“ انمول ماں نے اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا، ”بچے دوسروں کی توجہ چاہتے ہیں اور خاص طور پر ماں کی طرف سے بچوں پر شفقت بھری نظر سے بچے کھل اٹھتے ہیں، لیکن ایک اور چیزا ہم ہے، جس طرح میں اپنے بچوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی، اسی طرح مجھے بچوں سے بھی توقع ہوتی ہے کہ وہ بھی میری شخصیت کو بڑھایا بنانے کیلئے قدم اٹھائیں،“ وہ یاد رکھیں! جب وہ ایمانداری سے محسوس کریں کہ میری بھی تعریف و مستائش بنتی ہے تو وہ مجھے بھی محبت بھرے انداز میں گلے لگائیں اور مجھے شabaش دیں۔ جب میرے بچوں میں سے کوئی مجھے گلے لگاتا ہے، اور کہتا ہے، ”ماں! میں آپ سے پیار کرتا ہوں،“ تو میرا دل خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔“

نیک بخت نے پوچھا، ”کیا سبھی کے چھوٹے سے بچوں کو نشوونما ملتی ہے؟“

”جو لوگ بچے کو چھونے کا حق رکھتے ہیں“ اور چھوتے بھی ہیں، بچوں کی زندگی میں انمول کردار ادا کرتے ہیں!“

”ہرگز نہیں، جو چھونے کا حق رکھتے ہیں اور چھوتے ہیں، میں ان کی بات کر رہی ہوں، ہر کسی کے چھونے سے بچے کنفیوٹ ہو جاتا ہے، بچے اپنے قدرتی طریقے سے ”اپنے پرائے“ میں فرق سمجھ رہا ہوتا ہے، انمول ماں کے چہرے پر تشویش ابھر آئی اور انہوں نے کہا، ”کسی غلط انسان کا غلط انداز میں چھونا نقصان دہ ہو سکتا ہے، آج بچہ ”غلط“ چھونے کا مطلب نہیں سمجھتا لیکن ایک دن سمجھ آنے پر اس کی زندگی کو روگ لگ سکتا ہے۔“

نیک بخت نے فرمادی سے پوچھا، ”یہ تو بہت تشویش کی بات ہے، اس کا تدارک کیسے کرتے ہیں؟“

انمول ماں نے کہا، ”بچے سے ”تبادلہ خیالات“ کر کے، بچے کو اپنے اور بُرے چھونے میں فرق بتایا جاتا ہے، اچھا چھونے والے با تین بھی کرتے ہیں اور بُرا اچھونے والے خاموشی سے واردات ڈالتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”میرے کانوں میں سے دھواں نکل رہا ہے، میں اس موضوع پر آپ سے مزید راہنمائی بھی لوں گی“، نیک بخت نے موضوع بدلا، ”آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ بچوں سے محبت کے اظہار کی توقع بھی رکھتی ہیں، کیا بچوں سے محبت غیر مشروط نہیں ہونی چاہیے؟“

”یک طرفہ محبت آخر مر جھا جاتی ہے،“

محبت کے لین دین سے پھولوں

کھلتے رہتے ہیں!“

”یک طرفہ محبت دیرپا نہیں ہوتی، بچوں کو محبت کی واپسی بھی سکھانے والا کام ہے، محبت کے لین دین سے پھولوں کھلتے رہتے ہیں، یک طرفہ محبت آخر مر جھا جاتی ہے اور بعد میں والدین آہیں بھرتے نظر آتے ہیں“، انمول ماں نے وضاحت کی، ”میں تو بچوں کو باقاعدہ یادداشتی ہوں۔“

نیک بخت نے جواب دیا، ”کیسے؟“

”میں اپنے فرتنگ پر ایک یادداہی لگادیتی ہوں۔“

نیک بخت نے کہا، ”وہ کیا؟“

انمول ماں نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھا اور اسے نیک بخت کی طرف بڑھا دیا:
”ماں میں بھی انسان ہوتی ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”یہ فقرہ تو بہت اچھا ہے، میں اسے زبانی یاد کر لوں گی۔ اگر محبت اور تعریف کے ذریعے بچے خوش اور مطمئن رہتے ہیں تو پھر والدین کے لئے یہ امرت دھارا ہو سکتی ہیں۔“

انمول ماں نے کہا، ”لین دین سے سب کیلئے شاندار تائج برآمد ہوتے ہیں۔“

”میں بخوبی سمجھ گئی ہوں شبابش کس قدر مفید ہے، نیک بخت مسکرائیں اور کہنے لگیں، ”نظر ثانی کی اپیل کیوں؟“

”ہم چاہتے ہیں آم کے آم ملیں، کھٹلیوں کے دام لیکن بچوں کی پرورش سنجیدہ معاملہ ہے!“

انمول ماں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، ”دو وجہ سے انمول نظر ثانی مفید اور کارآمد ثابت ہوتی ہے، اس سے پریشانی کم ہو جاتی ہے اور کامیابی بڑھ جاتی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”مجھے قطعی سمجھنہیں آئی یہ کچھ زیادہ ہی نہیں ہو گیا؟
انمول ماں نے کہا، ”میں آپ کو ایک ٹوی اشتہار کے متعلق بتاتی ہوں!“
نیک بخت مسکرا کیں اور کہا، ”امید ہے کچھ نیا سیکھنے کو ملے گا۔

یہ کار کے انجن آئیل کا اشتہار ہے۔ ایک شخص اعلیٰ قسم کے تیل کا ڈبہ ہاتھ میں لے کر ٹراہے وہ اس تیل کے حوالے سے بلند بانگ دعوے کرتا ہے! پھر کہتا ہے کچھ زیادہ خرچ کریں اور جان بچائیں، انمول ماں نے بات جاری رکھی، ”کار کے انجن کا تیل میرے لئے کیسے دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے؟“

نیک بخت مسکرا نے لگیں، ”میں سمجھ گئی، آپ صرف یہ چاہتی ہیں کہ کار میں بیٹھیں اور جہاں جانا ہے فرائے بھرتی ہوئی چل جائیں، باقی آپ کا کوئی لینا دینا نہیں؟“

انمول ماں نے کہا، ”ہم سب کے ذہنوں میں یہی بات ہوتی ہے، میں ان بکھیروں میں پڑنا نہیں چاہتی، مجھے بس کار چاہیے کوئی گڑ بڑنہیں چاہیے۔ لیکن یہ اشتہار میری توجہ کیوں لیتا ہے؟“



”انمول نظر ثانی کے ذریعے ہم بروقت تھوڑی سی زحمت کرتے ہیں اور بعد میں زیادہ تکلیف سے بچ جاتے ہیں۔“

”کیوں؟ مجھے ابھی تک اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔“

”وہ شخص کلوڑا پ میں جھک کر کہتا ہے، آپ اس وقت مجھے ادا لیگی کر سکتی ہو..... یا.....“
پھر دوسرا منظر سامنے آتا ہے، اس کار کے انجن کو ایک کرین اوپر اٹھا رہی ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہوتا ہے ” یا پھر آپ بعد میں ادا لیگی کرو گی ؟“ انمول ماں نے قوچہ لگایا اور کہا، ” بلاشبہ ہماری روزمرہ زندگی میں کئی چیزیں ہیں جن کی ابھی کم قیمت ادا کر سکتے ہیں لیکن ہمیں حالات کو جوں کا توں رکھنے میں عافیت نظر آتی ہے، اور بعد میں کئی گناہ زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں۔ انمول نظر ثانی کے ذریعے ہم فوری طور پر تھوڑی سی قیمت ادا کرتے ہیں اور بعد میں تباہی سے نجک جاتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ” بلاشبہ! جب گھر میں ایک بچے کو بڑا مسئلہ جیسے پڑھائی سے اکھڑ جانا یا نشے میں پڑ جانا، پیدا ہوتا ہے تو پوری فیملی متاثر ہوتی ہے!“

” یہ ایک کڑواج ہے!“ انمول ماں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ” ابھی ہم اس مثال کو ہی لیتے ہیں۔ تیل کے استعمال سے انجن کے پرزے نہیں گھستے اور اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں۔ اس طرح انجن پر دباؤ نہیں پڑتا۔ جب ہم انجن کے لئے ناقص تیل استعمال کرتے ہیں تو بالآخر انجن کے پرزے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور حادثہ ہو سکتا ہے۔“

نیک بخت بے چین ہو کر بولیں، ” لیکن اس کا ہمارے بچوں کی فلاں سے کیا تعلق ہے؟“

”بچوں کا سب سے بڑا خوف یہ ہوتا ہے“ ”کہ ان کے والدین ان کو چھوڑ کر چلے جائیں گے!“

انمول ماں نے کہا، ”یہی اصول ہمارے بچوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ ہم چھوٹی چھوٹی کوتا ہیوں کو نظر انداز کرتے ہیں یا روایتی مارپیٹ اور گالی گلوچ کرتے ہیں تو یہ اغرق ہو جاتا ہے اور گھر میں بہت فساد ہوتا ہے۔ میں اسی لئے انمول نظر ثانی کے حق میں ہوں کہ یہ وقت پر لگایا

گیا ایک ایسا ٹانکا ہے جو بعد میں 9 ٹانکوں سے بچاتا ہے!“

”انمول نظر ثانی کی اپیل کو ہم ”اچھا اور بہترین“ کیسے کہہ سکتے ہیں؟“
انمول ماں کہنے لگیں، ”جواب دینے سے پہلے میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہوں گی، ایک
بچے کا سب سے بڑا خوف کیا ہے؟“
نیک بخت نے علمی کا اظہار کیا۔

”ذراغور کریں اور سوچیں جب آپ ایک بچی تھیں آپ کا سب سے بڑا خوف کیا تھا؟“
نیک بخت نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر کہنے لگیں، ”مجھے یاد آ رہا ہے کہ جب میں بہت چھوٹی تھی کسی وجہ سے مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ والدین مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے یا مجھے بھوول جائیں گے۔ جب میرے والدین رات کو چہل قدمی کے لئے باہر نکلتے اور میں گھر میں آیا کے ساتھ ہوتی، مجھے یہ خوف ہوتا کہ میرے والدین واپس نہیں آئیں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ سب عجیب محسوس ہوتا ہے لیکن مجھے اب بھی اپنی وہ کیفیت یاد ہے۔ اور اس کیفیت کے باعث میں ڈر جایا کرتی تھی۔“

”پھر کیا آپ کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ ہوا؟“، انمول ماں نے پوچھا۔



”بچہ حکم مانتا ہے لیکن اندر سے خوش

نریں تو وہ ایسا سکھ ہے جو ایک

جانب سے کھوٹا ہے۔“

” بلاشبہ میرے والدین مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں گئے اور نہ ہی وہ مجھے بھولے لیکن ابھی بھی مجھے فکر رہتی ہے!“ نیک بخت نے کہا۔

” والدین کے چھوڑ جانے کا خوف، بچے میں بے چینی پیدا کرتا ہے۔ جب بچوں کا روایہ غلط ہوتا ہے، انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا! سرنش سے بچے میں یہ خدش سراٹھاتا ہے کہ مجھے چھوڑ دیا جائے گا۔ کامیابی کی کنجی یہ ہے کہ جس بچے کو نظر ثانی کیلئے کہا جا رہا ہو، وہ سمجھ لے کہ اُس نے غلطی کی ہے، لیکن وہ اُس نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ تسلی بھی مل جاتی ہے ماں اسے چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ انمول نظر ثانی کے مفید ہونے کی اصل وجہ یہی ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”بہت ہی شاندار اور زبردست! اس طرح بچہ خود کو محظوظ سمجھتا ہے!“ انمول ماں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا، ”یہی وجہ ہے کہ انمول نظر ثانی کی اپیل کا آخری حصہ بہت اہم ہے، کیونکہ یہ بچے کو احساس دلاتا ہے کہ وہ آپ کا پیارا اور لاڈلہ انسان ہے۔“

نیک بخت نے کہا، ”یہ اس قدر اہم کیوں ہے؟ ماں کیوں نہیں اپنے بچے کو واضح طور پر بتا دیتی کہ اس کا روایہ قابل برداشت نہیں ہے، بلکہ!“

ماں میں یہی کچھ کرتی ہیں، بچہ حکم کی تعمیل کر دے تو بھی یہ روایہ مفید ثابت نہیں ہوتا، اس طرح بچے کا دل کدوڑت سے بھر جاتا ہے اور وہ پیار کو محسوس نہیں کر سکتا۔

نیک بخت مسکرائیں، ”آپ کے پاس سکے کی مانند ہے جو ایک طرف سے کھوٹا ہے، وہ نہیں چلے گا، جو سکے ایک طرف سے کھوٹا ہوتا ہے وہ بھی نہیں چلتا۔“



انمول نظر ثانی کی اپیل کیوں ضروری ہے؟

”مالٹے سے چکوٹرے کا رس نہیں نکل سکتا، بچوں میں عزتِ نفس ہو گی تو اچھا راویہ سامنے آئے گا!“

انمول ماں مسکرا تھیں اور کہا، ”اسی لئے تو میں کہتی ہوں انمول نظر ثانی کا دوسرا حصہ ضروری ہے، کیونکہ یہ اس کھوٹے سکے کو نئے سرے سے کھرا بناتا ہے۔“

نیک بخت نے سر ہلاایا، ”جو سکہ ایک طرف سے کھوٹا ہوتا ہے، دراصل وہ دونوں طرف سے ہی کھوٹا ہوتا ہے، انمول نظر ثانی یقیناً مکمل پکج ہے۔“
انمول ماں نے کہا، ”بہت اچھی مثال ہے!“

نیک بخت نے بات سمجھتے ہوئے کہا، ”آپ کہہ رہی ہیں کہ کامیابی یوں ملتی ہے کہ بچ کروتا ہی کو سمجھ لے اور بعد میں اداس، ناراض اور بیزار بھی نہ ہو۔“

انمول ماں نے کہا، ”بالکل یہی بات! اب آپ کو اصل راز پتا چل گیا ہے؟ جب آپ ایک مالٹا نچوڑتی ہیں تو اس میں سے کیا نکلتا ہے؟“

نیک بخت نے جواب دیا، ”مالٹے کا رس،“ وہ سوچنے لگیں اور پھر بولیں، ”آپ کا یہ طریقہ مجھے پسند ہے کہ آپ مثال دے کر سمجھادیتی ہیں۔“

انمول ماں نے کہا، ”الحمد للہ! تعریف کا شکریہ، یہ بتائیے! آپ نے کبھی مالٹے میں سے چکوٹرے کا رس نکلتے دیکھا ہے؟“

”نہیں، بالکل نہیں، مالٹے میں سے چکوٹرے کا رس؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا!“
”اگر مالٹے کو زیادہ زور سے نچوڑتیں تو پھر؟“



”بچے آپ کی موجودگی میں کیا کرتے ہیں؟“

یہ اہم ہے اس سے بھی اہم یہ ہے کہ

آپ کی غیر موجودگی میں کیا کرتے ہیں؟“

نیک بخت مسکرا کیں اور کہنے لگیں، ”تب بھی نہیں، یہ تو وقت ضائع کرنے والی بات ہے، ہمیں پہلے سے ہی یہ علم ہے کہ مالٹے میں سے چکوتے کارس نہیں نکل سکتا۔“

”اگر کسی پر دباوڑا لاجائے تو اس میں سے وہی نکلے گا جو اس کے اندر ہے۔ یہ مثال بچوں پر بھی صادق آتی ہے۔ اس میں دو چیزیں بہت اہم ہیں، کیا ہمارے بچے میں اعتماد اور عزت نفس موجود ہے؟“، انمول ماں نے بات جاری رکھی، ”جن بچوں کو اپنی شخصیت پر بھروسہ ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو بہت پسند کرتے ہیں، انہیں اپنی شخصیت سے پیار ہوتا ہے تو پھر والدین کے لئے اپنے بچوں کی راہنمائی آسان ہو جاتی ہے۔ بچوں کی پروش، دیکھ بھال، نگہداشت اور اصلاح کے ان تین انمول طریقوں سے بچے اپنی شخصیت کو پسند کرتے ہیں، اور اچھارو یہ اپناتے ہیں۔ ایسے بچے تغیری سرگرمیوں سے والدین کے لئے فخر کا باعث بنتے ہیں۔“

نیک بخت نے نقدم دیا، ”یو ہمارا کا خواب ہے جو وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔“

انمول ماں نے کہا، ” بلاشبہ بطور ماں آپ سب سے زیادہ اہم نہیں ہیں!“

یہ الفاظ ان کرنیک بخت ششد رہ گئیں، ”اب آپ یہ تو نہیں کہیں گی کہ باپ زیادہ اہم ہے؟“

”قدرتی بات ہے جب آپ حلوہ کھاتے ہیں

اس کا مزہ تو آتا ہے!

اچھے رو یوں کاذائقہ بھی انمول ہوتا ہے!

انمول ماں نے بلند آواز سے قہقہہ لگایا، ”نہیں! ماں بھی اسی طرح اہم ہے جس طرح باپ، سب سے بہترین یہ ہے کہ یہ طریقے خواہ والدین اپنا نہیں، یا ان میں سے ایک، یہ طریقے گھر میں امن و سکون لاتے ہیں۔ بہر حال آپ پچوں کو تواضع و ضوابط میں جکڑنا نہیں چاہتیں بلکہ آپ کی خواہش یہ ہے کہ بچے مہذب، شاستر اور آزاد طرز زندگی اپنا کئی نہیں، والدین کی حیثیت سے اہم بات نہیں کہ آپ کی موجودگی میں بچے کیا کرتے ہیں، بلکہ اہم بات یہ ہے کہ آپ کی غیر موجودگی میں وہ اچھارو یہ اور طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں یا نہیں؟“

نیک بخت نے کہا، ”اچھے رو یوں کو اپنانے کے بعد بچے ان کے فونائد سے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں؟“ ”قدرتی بات ہے، جب آپ حلوہ کھاتے ہیں اس کا مزہ تو آتا ہے! اچھے رو یوں کاذائقہ بھی انمول ہوتا ہے،“ اونچ شریانے پر چمکتی آنکھوں سے جواب دیا۔

نیک بخت نے کہا، ”کیا انمول روئے آپ کے ہاں دو طرفہ معاملہ ہے؟“

انمول ماں نے جواب دیا، ”میرے بچے بات کرنے سے پہلے سوچ لیتے ہیں کہ یہ بہترین بات ہے یا بہترین بات کچھ اور ہے؟ لیکن وہ بات ضرور کرتی ہیں۔ جب بچے چپ سادھ لیتے ہیں تو پھر وہ بات سنتے بھی نہیں۔ وہ اپنے جذبات کا اظہار غلط طریقوں سے کرتے ہیں۔ جب بچے تکلفی سے شکوہ کرتے ہیں تو ان کے اندر ٹھہراو آ جاتا ہے ان کے اندر رجھ پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ شکوہ و شکایت بھی سن لیتے ہیں۔“

نیک بخت نے کہا، ”کبھی بچے بات کرتے ہوئے حد سے تو نہیں گزر جاتے؟“

”بچے تین طریقوں سے سیکھتے ہیں، مثال سے،
تریبت سے اور دیکھا دیکھی، تیسرا
طریقے میں بہت رسک ہے!“

”میرے بچے بے تکلفی لیکن احترام کے ساتھ بات کرتے ہیں اور بچوں کی بات سننے کا بہترین طریقہ یہ ہے ان کی بات غور سے سنی جائے؟“

نیک بخت نے کہا، ”اگر معاملہ ایسا ہو کہ فریقین غصے میں ہوں تو؟“

”کوئی مسئلہ نہیں، غصہ کوئی شہر منوع نہیں! غصے کامناسب لفظوں میں اظہار ممکن ہے۔ بچے بھی منتظر ہتے ہوئے اپنی متنقی کیفیات نہایت بے تکلفی سے بیان کر سکتے ہیں۔“

”جب آپ اپنے بچوں کے روپوں بارے اپنے احساسات کا اظہار مناسب لفظوں میں کرتے ہیں تو بچے اشتعال میں نہیں آتے۔ بچے بدتمیزی صرف اُس صورت میں کرتے ہیں جب ہم

ان کے جذبات کو کچل دیتے ہیں اور کچا دھواں پھوڑتے ہیں، ”جب کہہ جو دیا ہے تو کرو“ یا ”زیادہ منہ نہ چلاو، ہر وقت یہ منہوس چیزہ لے کر آ جاتے ہو؟“ جب ہم بچوں کو روزانہ بات

کرنے کا موقع نہیں دیتے تو پھر بچے اپنے اندر جمع شدہ لاواً گل دیتے ہیں اس طرح پھر والدین کو بہت چوٹ پکھنچتی ہے۔“

نیک بخت نے حیران ہو کر پوچھا، ”کیا والدین یہ سب کچھ کہتے ہیں؟“

”گول سینٹنگ سے پرورش کا آغاز ہوتا ہے اور شاباش و نظر ثانی سے انمول بچے وجود میں آتے ہیں!“

انمول ماں نے کہا، ”اس سے بھی بڑھ کر، بہت کچھ! اس سے تو ہم بے اولادی اچھے تھے۔“
نیک بخت نے کہا، ”یہ تو بہت ناشکری کی بات ہے! جب کسی کے ہاں بچے نہیں ہوتے تو در در
کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، یہ سب جذباتی بے راہ روی ہے۔“

انمول ماں نے کہا، ”روایتی ڈانٹ پلانے کے بعد والدین احساس گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“
انمول ماں اس عمومی احساس جنم سے آزاد ہوتی ہے جس کا شکار روایتی ماں میں ہوتی ہیں۔ انمول
ماں جانتی ہیں کہ اس نے اپنے بچوں کو محبت میں گندھ کر بے پناہ خود اعتمادی دے رکھی ہے۔“
نیک بخت نے کہا، ”گول سینٹنگ سے کام کا آغاز ہوتا ہے انمول شاباش اور نظر ثانی سے کامیابی
کا سفر طے ہوتا ہے۔“

انمول ماں نے تعریفی لمحے میں کہا، ”یہ تو آپ نے کوزے میں دریابند کر دیا ہے!“
نیک بخت نے اپنی تعریف دوبارہ سننے کے لئے پھر پوچھا، ”کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے؟“
انمول ماں نے کہا، ”برانہ مناں میں، تو میں یہ سب دُھرانا نہیں چاہتی۔ میں روایتی ماں کی
طرح ٹیپ ریکارڈر ہر گز نہیں ہوں۔ آپ ایک ذمہ دار شخصیت ہیں۔ میں آپ کی بہت بڑی
مداح ہوں پلیز مجھے بتیں دھرانے کیلئے ہر گز نہ کہا کریں۔“ پھر انمول ماں نے آگے بڑھ کر
نیک بخت کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیں۔

نیک بخت نے جان لیا کہ یہ انمول ماں کی طرف سے نظر ثانی کی اپیل تھی۔
نیک بخت نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھتے ہوئے کہا، ”آپ نے کیا کہا؟“

”وہ کام گر بیں جو آپ کے بچوں کیلئے اچھا

اور صحیح ہو، لیکن آپ نے زیادہ انترما

پسندی کی طرف نہیں جانا!“

دونوں خواتین نے ایک دوسرے کو دیکھا اور خوب کھلکھلا کر نہیں۔

انمول مان نے کہا، ”مجھے آپ بہت پسند ہیں، آپ بہترین حسِ مزاح کی مالک ہیں۔ آپ

اپنے بچوں کے لئے اچھا اور صحیح کام کریں گی لیکن آپ کو زیادہ انتہا پسندی کی طرف نہیں

جانا۔ میری بچی بتائے آپ کب مار بنے والی ہو؟“

نیک بخت نے جواب دیا، ”چھ ماہ کے بعد!“

انمول مان کہنے لگیں، ”آپ ایک اچھی مان ثابت ہوں گی، اور آپ کا بچہ خوش قسمت ہے کہ

اُسے حکمت پر انعام کرنے والی مان ملنے والی ہے۔“

انمول مان نے نیک بخت کو بہت سی دعائیں اور گلے لگا کر رخصت کیا۔

اگلے چند سالوں میں نیک بخت نے وہ طریقے استعمال کرنے شروع کئے اور بے شک انہیں

بہت ہی زیادہ صلحہ ملا۔ بالآخر وہ کچھ ہو گیا جس کی توقع تھی۔ نیک بخت، ایک انمول مان بن

گئیں کیونکہ انہوں نے محض معلومات حاصل نہ کی تھیں بلکہ ان معلومات کو عملی طور پر استعمال بھی

کیا تھا۔



”جہاں مال کا رشتہ بچے کی ساتھ منفرد ہے وہاں باپ کے رشتے میں کچھ فرق ہے جسے سمجھنا ضروری ہے!“

کئی سال بعد نیک بخت اپنے ماضی پر نظر دوڑا رہی تھیں، انہیں وہ وقت یاد آیا جب انہوں نے پہلی بار بچوں کی اصلاح کے لئے ان مجزہ نما طریقوں بارے سنا تھا۔ وہ خوش تھیں کہ انہوں نے جو کچھ ایک انمول ماں سے سیکھا تھا اس کے نوٹس ان گنت رشتہداروں اور دوستوں کو مہیا کر دیئے۔

اچانک نیک بخت کو شیخ مصروف علی یاد آئے، جو انمول ماں کے پڑوں میں رہتے تھے۔ نیک بخت نے انہیں ٹیلیفون کر کے کہا، ”میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔ میرا گھر میری بخت بن گیا ہے۔ مجھے ایسی بے شمار مشکلات سے واسطہ نہیں پڑا جو والدین کو پیش آتی ہیں۔ یہ انمول طریقے استعمال میں ایک جیسے ہیں لیکن مردوں کے حوالے سے ان میں قدرے فرق آ جاتا ہے۔“

شیخ مصروف علی نے کہا، ”کیا واقعی ایسا ہے؟“

نیک بخت نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”یہ صورتحال بہت دلچسپ ہے، مجھے انمول ماں کی یہ بات یاد آ رہی ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ ایک ایسے مرد سے سیکھا جنہیں ”انمول باپ“ کہا جاتا تھا۔ ممکن ہے کہ آپ انمول باپ سے اس فرق کو سمجھنا چاہیں، یہ آپ کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔“

شیخ مصروف علی نے کہا، ”وقت ملائتو میں اُن سے ضرور ملوں گا۔“



”تین انمول طریقے اسلائے کارگر اور مفید بیں کیونکہ یہ فریقین کے موڈ و مزاج کا تحفظ کرتے ہیں!“

نیک بخت کے میکے میں بھی حالات یکسر بدل چکے تھے، نیک بخت کے بھائی بھائی کے پروگرام میں سے گزرنے کے بعد نسہ چھوڑ چکے تھے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ بُٹی خوشی زندگی گزار رہے تھے تاہم وہ باقاعدگی سے ولنگ ویز میں اپنے فالاوب پروگرام کے لئے جا رہے تھے۔ نیک بخت بہت خوش تھیں کہ بہت سے باپ بھی یہ طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ وہ ماضی کی یادوں میں کھوئی مسکراتی تھیں۔ انہیں یاد آیا انہوں نے انمول ماں سے بہت کچھ سیکھا اور وہ ان کی شکر گزار تھیں۔ یہی انمول ماں اس لئے بھی بہت خوش تھیں کہ اب انہوں نے تمام معلومات اپنی پڑوسنوں کو دے کر کئی گھرانوں میں چراغ روشن کر دیئے تھے۔ ہر شخص بخوبی جانتا تھا وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہیں؟ انہیں یہ بھی خبر تھی کہ بچوں کی اصلاح کے لئے یہ تین طریقے، کیوں مفید ثابت ہوتے ہیں؟

جن لوگوں کے پاس ان طریقوں کے نوٹس موجود تھے وہ بار بار پڑھ سکتے تھے اور کامیابی کے ساتھ استعمال بھی کر سکتے تھے۔ نیک بخت بخوبی واقف تھیں کہ ان طریقوں کو بار بار پڑھنے اور اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنانے سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ان معلومات کو پھیلا کر بلاشبہ انہوں نے بہت سے لوگوں کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچا لیا تھا۔ ان کے عزیزوں اور اڑاؤں پڑوس میں بہت سے لوگ کامیاب والدین بن چکے تھے۔ اور انہوں نے بھی یہ معلومات مزید افراد کو منتقل کرنا شروع کر دی تھیں۔ ان کا گھر انہاں اب مسٹر و خوشی کا گھوارہ بن چکا تھا اور ان کا اڑاؤں پڑوس بھی ایسے علاقے کی شکل اختیار کر چکا تھا جہاں زندگی کی رونقیں خوشحالی کا پتادیتی تھیں۔

”بچوں کی پرورش بارے میاں یبوی، کا ایک ہی صفحے پر ہونا لازم ہے!“

نئی انمول ماں، نیک بخت اپنے گھر میں بیٹھی یہ سوچ رہی تھیں کہ وہ کس قدر خوش قسمت ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے کم از کم وقت میں بہترین نتائج حاصل کئے تھے، اور یہاں، ان کے لئے ایک تھنے کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کے پاس اپنے گھرانے کے متعلق سوچنے اور منصوبہ بنندی کرنے کے لئے واپس وقت تھا، وہ اپنے گھرانے کو بوقت ضرورت ہر مرد مہیا کر سکتی تھیں۔ اب ان کے پاس ورزش اور صحیت مند سرگرمیوں کیلئے بھی واپس وقت تھا وہ لوگوں کی خوشی گئی میں شرکت کرنے لگیں تھیں۔ انہیں وہ پریشانی اور بے چینی لاحق نہ تھی جو اکثر دیگر ماوں کو ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے جانے والے بھی مزے کی زندگی گزار رہے ہیں۔

بلاشبہ، اس خاتون نے یہ انمول طریقے شوہر کو بھی بتا دیے تھے، انہوں نے بھی ان طریقوں کا استعمال شروع کر دیا۔ اپنے بچوں کی پرورش، دیکھ بھال، فنہد اشت اور اصلاح میں یہ دونوں میاں یبوی ایک ہی صفحے پر تھے۔

اب اس گھرانے میں ڈینی دباو، تناؤ اور ناکامی جیسے مسائل پیدا نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں اذیت سے محفوظ رہنے کے لئے بہت سے قدم اٹھائے تھے۔ اب انہیں انمول خوشی حاصل تھی اور انہیں معلوم تھا کہ ایک محبت بھرے گھر میں موجود سکون اور طہانیت کیا ہوتی ہے؟



”مفید معلومات پر عمل کرنا اُس وقت معکن ہوتا ہے“

جب آپ معلومات کسی اور کو منتقل کر دیں!“

نیک بخت اٹھیں اور عقابی دالان میں چہل قدمی کرنے لگیں۔ وہ بہت گہری سوچ میں گم تھیں اور خود کو ایک انسان اور ماں کی حیثیت سے بہت ہی خوش قسمت تصویر کر رہی تھیں۔ اب وہ بہت ہی موثر اور کامیاب ماں بن چکی ہیں۔ ان کے نچے اب سیکھ چکے ہیں کہ اپنی شخصیت کو کیسے پسند کیا جاتا ہے؟ اپنی شخصیت کے متعلق بہتر اور شاستہ رو یہ کیسے اختیار کیا جاتا ہے؟ اچا کنک اس نئی انمول ماں نے اپنے بڑے بچے کی آواز سنی، جو کھڑکی سے جھاکتے ہوئے انہیں بلارہا تھا، ”اماں جان، معاف کیجیے، ٹیلیفون پر ایک شخص آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، وہ آپ کے پاس آ کر بچوں کی پروش کے طریقے سیکھنا چاہتے ہیں۔“

نئی انمول ماں یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ بے شمار مردا پنے گھر انوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں اور ان میں سے اکثر والدین کے موثر کردار اور اہمیت کے متعلق جاننے کے لئے ایسی ہی مشتاق ہیں جس طرح ایک زمانے میں وہ خود تھیں۔

نیک بخت نے اُن صاحب کو مشاورت کیلئے بخوبی وقت دے دیا۔ اور پھر ایک دن وہ اور ان کا خاوند، ایک نہایت ذہین اور سمجھدار نوجوان سے بتائیں کر رہے تھے۔ انمول ماں نے کہا، ”آپ کو وہ طریقے بتا کر ہمیں خوشی ہوگی جن کے ذریعے آپ اپنے بچوں کی پروش، دلکشی بھال، نگہداشت اور اصلاح کے لئے فوری قدم اٹھا سکیں، ہمارا نظریہ ہے کہ مفید معلومات پر عمل کرنا آپ کے لئے اس وقت بہت آسان ہو جاتا ہے جب آپ جلد سے جلد معلومات کسی اور ضرورت مند کو منتقل کر دیں۔“

اٹھارِ شکر!

انمول ماں، ہنگری ماں! کامبیڈی تصور میں نے اپنے اساتذہ کی تعلیمات سے مستعار لیا۔ ان میں سب سے نمایاں ڈاکٹر کینتھ بلاچرڈ اور ڈاکٹر سپنسر جنسن ہیں جنہوں نے مجھے انمول گول سینگ، انمول شاباش اور انمول نظر ثانی کے ہنر سکھائے۔ ان سے پہلے 1970ء میں ڈاکٹر ورنان جنسن اور ڈاکٹر ہنری کمپ نے ان انمول نظریات کی بنیاد میں اٹھانا شروع کر دی تھیں۔ میں نے ڈاکٹر شفیقی اس بارے سے بھی بہت کچھ سیکھا جنہوں نے بچوں کی تربیت پر انمول نظریات کو پروان چڑھایا۔

شیم سے نجات اور عزتِ نفس بڑھانے کے نئے میں نے ڈاکٹر جان بریڈشاہ سے سکھے۔ خوف سے نجات کا سبق برآہ راست ڈاکٹر البرٹ بین ڈور اسے سکھنے کا شرف حاصل کیا۔

مشکل بندے سے مشکل موضوع پر بات کرنا جبکہ نفع نقصان بہت بڑا ہوا اور فضایاں جذباتی گرداؤڑی ہو میں نے واٹھ اسماڑ کے جوزف گرینی سے سکھنے کا شرف حاصل کیا۔

گذشتہ 45 سال میں سب سے انمول سبق ان والدین سے سکھے جنہوں نے صبر اور استقامت سے اپنے بچوں کو نئے سے نجات دلا کر بحالی کے رستے پر ڈالا۔

اس کتاب کی تیاری میں اپنے ساتھیوں، کامران اعجاز اور سلطان عاقب بلوج کی معاونت کیلئے شکر گزار ہوں۔

ڈاکٹر صداقت علی



بچوں میں بڑھنے والے انسانوں کا اس جماعت کی!

انمول باب، گھناسا یہ!

ڈاکٹر صداقت علی



وائپ ورچل کیشنز 71A جیل روڈ لاہور
042-35408412, 35408419

بچے اور محتاج اور محتاجی پر حاصل کیں!

انمول مینجر کے میٹھے بول!

ڈاکٹر صداقت علی



وائپ ورچل کیشنز 71A جیل روڈ لاہور
042-35408412, 35408419